اللہ
رسول
محمد

ماھنامہ

المرشد

ستمبر 2010ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

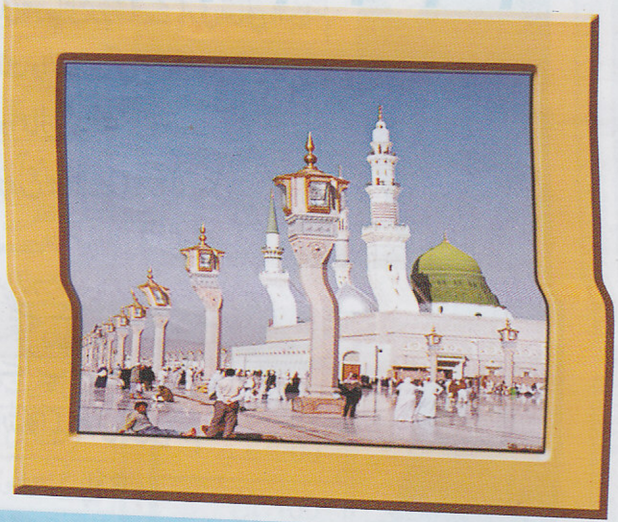

اَلذِّکْرُ الَّذِی لَا تَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ یَزِیْدُ عَلَی الذِّکْرِ الَّذِی تَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ سَبْعِیْنَ ضِعْفًا (البیقی)

وہ ذکر الٰہی جسے کراماً کاتبین نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجے بہتر ہے جسے وہ سنتے ہیں۔ (الحدیث)

تقدیر پہ بڑی باتیں ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو یہ بڑا بہانہ مل گیا ہے۔ جو ظلم کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کو یہی منظور ہوگا، یہی تقدیر ہوگی۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ماہنامہ
المرشد

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ستمبر 2010ء رمضان/شوال

جلد نمبر 32 | شمارہ نمبر 1

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
شانِ ربوبیت	حضرت شیخ المکرم	7
آداب اعتکاف رمضان	حضرت شیخ المکرم	16
ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است	فیض الرحمن	21
نزول قرآن کی رات	حضرت شیخ المکرم	22
من الظلمت الی النور	محمد ابرار	31
علم غیب اور یکجائی سے عہد غلامی	حضرت شیخ المکرم	34
توکل کی حقیقت	فیض الرحمن	42
اللہ کی معیت اور تقوئ	حضرت شیخ المکرم	43
کثرت اکل	سراج احمد	46
چراغ مصطفوی	پروفیسر عبدالرزاق	49
ANNUNCIATION AND THE ETTIQUTTES OF MESSENGERSHIP		53
Hayat-e--Tayyebah		56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس (پرائیویٹ) 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

قیام امن کی تدبیر اور شہادت کی اہمیت

سو اے ایمان والو! تم سچی اور صاف شہادت دو اور اللہ کے لئے دو اور اس حد تک سچ بولو کہ خواہ وہ شہادت خود تمہارے اپنے خلاف جاتی ہو۔ اپنا ذاتی نقصان ہوتا ہو یا ماں باپ کو نقصان پہنچتا ہو یا رشتہ داروں کے خلاف بات بن رہی ہو ایسی کسی بات کو درمیان نہ آنے دو کہ جو نقصان بھی ہوگا۔ اللہ کی ناراضگی سے بہر حال کم ہوگا اور قیام امن اور معاشرے میں حقوق کی حفاظت کا فریضہ اس سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ دیکھو کسی کو امیر سمجھ کر اس سے دب مت جانا یا غریب سمجھ کر اس کے خلاف زیادتی ہرگز نہ کرنا کہ تمہارا تعلق ان لوگوں سے اتنا قریبی نہیں ہے جتنا خود اللہ کا ہے وہ بھی اس کی مخلوق ہیں جب اللہ سچ بولنے اور انصاف قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنے کسی جرم کی وجہ سے کوئی بھی اس کی زد میں آتا ہو اس سے اور لوگوں سے امیدیں وابستہ نہ کرو کہ وہ بھی اسی اللہ کے محتاج ہیں جس کی اطاعت کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔ کبھی خواہشات نفس میں پھنس کر انصاف کا خون مت ہونے دو کہ لالچ یا رعب میں آکر ٹیڑھی میڑھی اور الجھی ہوئی بات کر دیا جاننے کے باوجود شہادت دینے سے اعراض کرو یعنی دامن بچانے کی کوشش کرو۔ ایسا کبھی نہ کرنا کہ ایسا کرنے سے ان بنیادی حقائق کا خون ہوگا جو اسلام کے مقاصد میں داخل ہیں یعنی عدل و انصاف کا قیام جس کے لئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنے اپنے دائرہ اختیار میں ہر مسلمان جوابدہ ہے۔ ہاں جہاں تک بات کسی کو سزا دینے یا قانون کو نافذ کرنے کی آتی ہے تو یہ ذمہ داری حکومت کی ہے۔ ہر آدمی قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتا مگر یہ بات یاد رکھو! کہ اللہ کریم تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہیں اور کوئی بات ان کی ذات سے اوجھل اور پنہاں نہیں ہے۔

اللہ
رسول
محمد

رجوع الی اللہ

جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کے دانے پے در پے گرنا شروع ہو جاتے ہیں' یہی صورت وطن عزیز پر نازل ہونے والی ناگہانی آفات کی ہے۔ دھماکوں' خودکش حملوں اور ڈرون میزائل کی صورت ناگہانی اموات کا سلسلہ جاری تھا کہ کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کا نیا کھیل شروع ہو گیا جس میں مرنے والوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ایئر بلو کا حادثہ پیش آیا تو پوری قوم غم واندوہ میں ڈوب گئی۔ ہلاکتوں کے اس پس منظر میں ملک اب ایک اور طوفان سے دوچار ہے' بارشوں کے ذریعہ تباہی اور دریاؤں میں فقید المثال طغیانی جس میں نقصانات کا اندازہ سونامی سے کہیں زیادہ ہے۔ حکومت اور نجی اداروں کی نیم دلانہ کوششوں سے پراپیگنڈہ کا مقصد تو پورا ہو رہا ہے لیکن اسے مداوا نہیں کہا جا سکتا۔

1970ء کی دہائی میں ملک اسی نوعیت کے شدید طوفان سے دوچار ہوا تو اس وقت کے حکمران نے یہ دعویٰ کیا تھا، "ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے"۔ آج یہی بات ذرا دھیمے لہجے میں دھرائی جا رہی ہے لیکن کسی رہنما کو یہ کہنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی کہ اس مشکل وقت میں قوم کو رجوع الی اللہ کی ضرورت ہے۔ کیا اس پہلو پر بھی کسی نے غور کیا ہے کہ ناگہانی اموات کا یہ سلسلہ ایک بار شروع ہونے کے بعد رکنے کا نام کیوں نہیں لے رہا؟ مرنے والوں کی تعداد میں کمی آ رہی ہے یا ہر روز اضافہ کی کوئی نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا سکون واطمینان کی کوئی امید بھی کہیں نظر آتی ہے؟ 34 لاکھ مکمل تباہ شدہ گھرانوں کی بحالی اور 2 کروڑ متاثرہ افراد کی امداد! اس کے لئے قائدین کے دعوؤں پر کسے یقین آئے گا اور کون امداد دے گا جبکہ وہ دنیا بھر کا اعتماد کھو چکے ہیں؟

چند رہنماؤں کی زباں سے دانستہ ونادانستہ یہ اعتراف بھی سننے میں آیا ہے کہ یہ ناگہانی افتاد عذاب الٰہی کی ایک صورت ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (پھیل گیا ہے فساد بر اور بحر میں بوجہ ان کرتوتوں کے جو لوگوں نے کئے ہیں۔ سورۃ روم' آیت 41) لیکن یہ اعتراف حقیقت ابھی تک قومی سوچ نہیں بن سکا۔ رجوع الی اللہ کا مرحلہ اعتراف گناہ کے بعد آتا ہے لیکن ابھی تک حکمران اور نہ ہی عوام اپنے اجتماعی کردار پر نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو اللہ سے بغاوت کے زمرہ میں آتا ہے۔ احساس گناہ ہوگا تو اس کی سیاہی کو عرق ندامت سے دھونے کی ضرورت پیش آئے گی۔

ہلاکتوں کی ان گنت داستانوں اور ہر آن گرتے ہوئے لاشوں پر آنسو نہ بہاؤ گے تو اس وقت کا انتظار کرو جب خود بھی ان لاشوں کا حصہ بن جاؤ گے۔ ابھی وقت ہے اعتراف گناہ کا' توبہ کا اور رجوع الی اللہ کا' انفرادی سطح پر ہی نہیں بلکہ عمائدین مملکت کی قیادت میں بحیثیت ایک قوم۔ اپنے رویوں کو تبدیل کریں اور اپنی ذات پر مرتکز مسائل کا رخ ان لوگوں کی طرف موڑ دیں جو کسمپرسی کے عالم میں امداد کے منتظر ہیں۔ رجوع الی اللہ کی ان شرائط کو پورا کر دو تو اللہ کی مدد کو شامل حال پاؤ گے۔ اللہ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین!

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

اللہ کی شاہی

تیری ہر ادا میں اے نورِ مجسمؐ
ہے پنہاں تجلی ذات الٰہی
نہیں بات مخفی یہ اہل نظر سے
زمانے نے دی ہے اسی پر گواہی
جو ہٹ کر چلیں تیری راہوں سے آقا!
مقدر میں ان کے لکھی ہے تباہی
معیشت، سیاست ہو یا ہو عدالت
تیرے نقشِ پا دیکھ سکتا ہے راہی
زمانے کو پھر زیر کرنے کی خاطر
لئے کفر آیا مہذب سیاہی
مگر تیرے خادم نہ بھٹکیں گے ہرگز
مقدر میں جن کے ہے تیری پناہی
زمانے سے پنجہ لڑائیں گے پھر وہ
تڑپ دل میں رکھتے ہیں تیرے سپاہی
تیرے وصل کا یہ حسین راستہ ہے
تیرے دین کی خوں سے دیں گے گواہی
عطا نور ہو پھر سے امت کو آقاؐ
کریں دور ذہنوں سے ان کی سیاہی
زمانے کو دے تیرا پیغام سیماب
ہو قائم زمانے پہ اللہ کی شاہی

اقوالِ شیخ

تصوف دراصل اس قوت کا نام ہے کہ بندہ میدان عمل میں رہے لیکن اللہ کی اطاعت کا دامن اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

اہل دل کا قرب بہت بڑی نعمت ہے اور درد دل حاصل کرنے کا سہل ترین طریقہ ان کی محبت ہے۔

جس کے دل میں یہ درد آ گیا اس کی محبوب ترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے تعلق رکھنا چاہتا ہے۔

اللہ کی عظمت کا یقین حاصل کرنے کی توقع لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں شیخ کی صحبت سے سب سے پہلی بات جو بندے کو نصیب ہوتی ہے وہ یہی ہے۔

تصدیق قلبی موجود نہ ہو تو زبان سے کہہ دینے سے آدمی مردم شماری میں تو مسلمان ہو جاتا ہے لیکن عنداللہ نہیں۔ اللہ کے نزدیک اس کا اسلام تب قبول ہوتا ہے جب اس کا دل اس بات کو قبول کرتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی بھی معصوم نہیں ہے۔ کسی کو بہت بڑا کوئی منصب ملے تو اللہ کی طرف سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

اسلام محبتوں کا مذہب ہے۔ اسلام احترام آدمیت کا مذہب ہے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور سلامتی بغیر عدل کے ممکن نہیں ہوتی۔

اس عہد کی بدنصیبی یہ ہے کہ لوگ العلم کا معنی نہیں سمجھتے حالانکہ دونوں علم ضروری ہیں اور دونوں مل کر العلم بنتا ہے یعنی دینی اور دنیوی علوم۔

جب قلب صاف ہوتا ہے۔ اللہ کے نام سے روشن ہوتا ہے تو نیک کام کی خواہش کرتا ہے۔

عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ موت کو عزیز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کسی شئے سے اسے چین نہیں آتا۔ (حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

23-07-10

شانِ ربوبیت

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ
وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی
تُؤْفَکُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ
سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ
الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿٩٦﴾ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ
النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَھُوَ الَّذِیْٓ
اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ
ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ ﴿٩٨﴾

(پارہ واذا سمعوا سورۃ الانعام آیات 95-98 رکوع 12)

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا سادہ سا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو بیج کو پھاڑتا ہے گٹھلیوں سے اور وہی ذات ہے جو زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور یہ کام صرف اس ذات لاشریک کا ہے تو تم اسے چھوڑ کر کہاں بھٹک رہے ہو۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وہ صبح کا پیدا کرنے والا ہے اس نے رات کو آرام کا سبب بنا دیا سورج اور چاند کو شب و روز کے حساب کا سبب بنا دیا یہ اس کے فیصلے ہیں جو غالب ہے اور علم والا ہے وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کے مقام کو سمت اور راستے متعین کرنے کا سبب بنا دیا رات کی تاریکیوں میں بھی زمین کی وسعتوں میں بھی اور سمندروں میں بھی اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جنہیں علم نصیب ہے، بہت واضح دلائل بیان کئے۔

تفسیر: گذشتہ آیات مبارکہ میں مشرکین کی بات چل رہی تھی شرک پر جو سزا مرتب ہوگی اور ان کا جو حشر میدان قیامت میں ہوگا اور جو حال ان پر وارد ہوگا اس کی بات چل رہی تھی اس سے آگے توحید باری کا بیان ہے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی زمین میں جو بیج ہوتا ہے یا گٹھلیاں ہوتی ہیں اس بیج اور گٹھلی سے اتنی بڑی لہلہاتی فصلیں اور اتنے بڑے بڑے درخت کون پیدا کرتا ہے؟ مراد یہ تھی کہ جن لوگوں کو جن ہستیوں کو تم معبود سمجھتے ہو ان کو تو تم خود زندگی اور موت کے تسلسل میں مبتلا دیکھتے ہو جتنے تمہارے دیوی دیوتا ہیں اور جن کو تم معبود مانتے ہو وہ وہی قسم کے ہیں یا تو تم نے دیوی دیوتا مان رکھے ہیں وہ پیدا بھی ہوتے ہیں مر بھی جاتے ہیں تو جو ہستی خود اس پراسیس میں یا اس عمل میں مبتلا ہے کہ وہ پیدا ہوتی ہے اور مر جاتی ہے وہ کیسے معبود ہو سکتی ہے؟

جب یہ تھے ہی نہیں تو پھر ان گٹھلیوں سے بیجوں سے فصلیں کون

اُگاتا تھا؟ فصلوں سے درخت کون بناتا تھا؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ دنیا میں آئے اورانہوں نے یہ کام کیا تو جب یہ مر گئے پھر کون کر رہا ہے؟ یہ خود اس تخلیق کے عمل میں سے گزر رہے ہیں جو قدرت کا ایک نظام ہے کہ چیزیں وجود میں آتی ہیں دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں پھر آگے چلی جاتی ہیں تو جو خود اس عمل سے گزر رہا ہوتا ہے اسے کیسے سمجھا جائے کہ اس عمل کا سبب یہ ہے ہم ظاہری طور پر دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک مشین ہے اس میں ہم کچھ میٹریل ڈالتے ہیں وہ گولیاں بنا کر نکال دیتی ہے۔ ایک مشین ہے اس میں کوئی دھات ڈالتے ہیں وہ اس کی کوئی چیز بنا کر نکال دیتی ہے اب وہ دھات اور وہ جو چیز اس سے بن رہی یا وہ مادہ جس سے وہ گولیاں بن رہی ہیں وہ اس مشین کے خالق اور اس کو چلانے والے تو نہیں ہو سکتے چونکہ اس عمل میں خود وہ گرفتار ہیں۔ تو فرمایا یہ تو وہ ذات کریم ہے اور اس کا نظام ایسا عجیب ہے کہ بہت بڑے بڑے درخت پیپل اور برگد کا بہت بڑا درخت ہوتا ہے لیکن اس کا بیج خشخاش سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اب اتنے ذرا سے بیج میں سے وہ ایک کونپل پیدا کرتا ہے ایک جڑ پیدا کرتا ہے پھر اسے تناور کر دیتا ہے وہ بنتے بنتے بنتا ہے۔ کہتے ہیں برگد کا درخت دو سو سال میں جا کر جوان ہوتا ہے یعنی اپنے عروج پہ پہنچتا ہے اور اتنا بڑا درخت بنتا ہے کہ بے شمار جانور یا انسان یا بے شمار مخلوق اس کے سائے میں آجاتی ہے۔ اس کا بیج دیکھیں پھر اللہ کی قدرت دیکھیں پرندے کا معدہ بڑا سخت ہاضم ہوتا ہے ایسے پرندے بھی ہیں جن کی غذا اللہ نے کنکر مقرر کر دی ہے جو اس کے معدے میں ہضم ہو جاتے ہیں سخت سے سخت بیج کھاتا ہے اس کے معدے میں گل جاتا ہے لیکن پیپل اور برگد کا بیج پیدا ہی وہ ہوتا ہے جو پرندے کے معدے سے نکل کر اس کے فضلے میں جا کر پھر زمین پر گرتا ہے پھر وہ اُگتا ہے ورنہ جتنے بیج گرتے ہیں یہ سارے اگر پیدا ہوتے تو شاید اور کسی چیز کے زمین پر پیدا ہونے کی جگہ ہی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایسا سخت نظام بنا دیا ہے کہ پرندے کے معدے میں جا کر ہر دانہ گل جاتا ہے لیکن وہ اتنا نرم ہوتا ہے اُگنے کے قابل ہو جاتا ہے جہاں وہ پرندوں کے فضلے سے نکلتا ہے وہاں وہ برگد یا پیپل کے پودے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ہم چاول گندم یا مختلف جوار، باجرہ اُگاتے ہیں ہم دانہ زمین میں ڈال دیتے ہیں اب اس ایک دانے سے اُگا کر ایک پودا بنانا اس پر متعدد سٹے نکالنا ان میں سینکڑوں دانے پرو دینا بھر دینا یہ کون کرتا ہے؟ اسی طرح انسانوں کو دیکھو کہ آرہے ہیں جا رہے ہیں پتھروں سے تم بت بناتے ہو کہ یہ میرا معبود ہے لیکن پتھروں کو دیکھ لو ان کی ہیئت بھی کبھی ایک نہیں رہتی کبھی وہ پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑے ہوتے ہیں کبھی وہاں سے ٹوٹ کر گرتے ہیں تو نالے میں پڑے ہوتے ہیں پھر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر چھوٹے ہو جاتے ہیں کبھی مٹ کر ریت اور مٹی بن جاتے ہیں تو تخلیق کے عمل میں جو چیز شامل ہے اور اس پر وہ عمل بیت رہا ہے اسے خالق کیسے مانا جائے۔ کیوں شرک کرتے ہو اللہ کے ساتھ اس ذات واحد کے ساتھ جو لاشریک ہے جو اس سارے عمل کے کرنے پہ قادر ہے۔ اس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے جو ازل سے ہے، ہمیشہ ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ کے لئے ہے، جو نہ پیدا ہوا نہ اسے کسی نے تخلیق کیا۔ وہ اپنی ذات میں خود موجود ہے اور وہی ذات ہے جو بیجوں سے پودے اور درخت نکالتا ہے پھر ایک اور چیز دیکھو تم اپنی تخلیق پہ اندازہ کر لو یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ پرندوں کو دیکھ لو انسانوں کو دیکھ لو جانوروں کو دیکھ لو جو انڈے سے پیدا ہوتے ہیں تو انڈا بھی مردہ ہوتا ہے جب پرندے کے بطن سے نکلتا ہے تو مردہ ہوتا ہے لیکن اس سے وہ زندہ پرندہ پیدا کر دیتا ہے جانور اور انسان کے توالد و تناسل کو دیکھو تو منی کا قطرہ مردہ ہوتا ہے اس میں حیات نہیں ہوتی لیکن اس سے وہ زندہ انسان پیدا کر دیتا ہے زندہ جانور پیدا کر دیتا ہے یعنی ایک بے جان چیز سے کیسے کیسے

خوبصورت جاندار پیدا کرتا ہے اور انہیں جانداروں سے پھر وہ بے جان چیز پیدا کر دیتا ہے کوئی جاندار کوئی دوسرا جاندار نہیں بناتا بلکہ وہی بے جان منی کا مادہ ہے آگے اس جاندار سے پھر وہ بے جان یا زندہ انسان مرجاتے ہیں۔ زندہ جانور مرجاتے ہیں تو وہ مردہ شئے ہے ایسی چیز ہے جس میں اس حیات معروضہ کا تصور نہیں ہے اس معروف زندگی کے حامل وجود پیدا کر دیتا ہے پھر جتنے لوگوں کو وہ انسان ہوں، فرشتے ہوں، جنات ہوں، پتھر ہوں، ساری اس کی مخلوق ہے اور اس نے کسی نہ کسی کو پیدا فرمایا ہے اور سب فانی ہیں یعنی تخلق کے عمل میں سوائے اس کی ذات کے سب برابر ہیں سارے مخلوق ہیں تو مخلوق کو تم خالق کس طرح مانتے ہو۔ عقلاً بھی محال ہے کچھ تو اللہ تعالیٰ کا خوف کرو یہ بات تو عقلاً بھی محال ہے کہ خود جو پیدا ہوتا ہے مرجاتا ہے وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے دوسروں کا مالک وہ کیسے ہو گیا وَمُخْرِجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ وہ بے جان چیز سے زندہ، پوری طرح حیات سے منور بڑے دانش ور انسان، بڑے صاحب علم، صاحب فن، خوبصورت کڑیل نوجوان پیدا کر دیتا ہے اور زندوں کو موت کی نیند سلا دیتا ہے وہ ایسا قادر ہے کہ اس کے فیصلے کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۹۶﴾ یہ اس اللہ کے فیصلے ہیں جو غالب ہے ہر چیز پہ۔ اس کا علم ہر چیز کے بارے، ہر وقت حتمی اور یقینی ہے۔ یہ اس ذات کے فیصلے ہیں اس کا علم ہے تقدیر پہ بڑی باتیں ہوتی ہیں اور مسلمانوں کو یہ بڑا بہانہ مل گیا ہے جو ظلم کرتے ہیں کہتے ہیں اللہ کو یہی منظور ہوگا یہی تقدیر ہوگی۔ تقدیر کسے کہتے ہیں؟ تقدیر کہتے ہیں علم الٰہی کو۔ تقدیر کہتے ہیں اس کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی ذات ہر ذرے سے واقف تھی یہ کائنات فناء ہو جائے گی تو بھی اس کے علم میں ہر چیز موجود ہوگی۔ اس کا علم حضوری ہے اس میں نہ ماضی ہے نہ مستقبل ہے۔ جو چیزیں ابھی دنیا میں نہیں آئیں اور انہوں نے آنا ہے اس کے علم میں موجود ہے جو چیزیں دنیا میں آکر فنا ہو گئیں اس کے علم میں وہ بھی موجود ہے۔ اب اس سارے کا جاننا تقدیر ہے۔ اللہ جانتا ہے ہمارے عمل کرنے سے پہلے اللہ جانتا ہے کہ بندہ کیا کرے گا؟ لہٰذا اس میں سے جو متعلقہ تھا جتنا وہ چاہتا تھا سارا نہیں اللہ کے علم کا کوئی اندازہ کوئی حد کوئی حساب نہیں جو مخلوق سے متعلق تھا جس کا اسے حساب کرنا تھا وہ اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا اب اگر ہم قتل کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں تو اس نے منع کیا ہے قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، سود نہ کھاؤ، ہم برائی کرتے ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم سے اللہ کروا رہا ہے اگرچہ وہ برائی پہلے لکھی ہوئی ہے لیکن وہ اس کے علم کے مطابق لکھی ہوئی ہے اس کا حکم نہیں ہے کہ برائی کرو اس کا حکم تو یہ ہے کہ وہ ہمیں برائی سے روک رہا ہے ہمیں غلطی یہ لگتی ہے کہ جتنے دن ہم دنیا میں ہیں اس نے ہمیں اختیار دے دیا ہے کہ میں تمہیں راستہ بتاتا ہوں اس راستے پہ چلو۔ اس پر نہ جاؤ۔ یہ تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ اگر تم اس راستے پہ برائی پہ چلنا چاہو گے تمہارے ہاتھ پاؤں شل نہیں کروں گا تمہاری روزی بند نہیں کروں گا دیتا رہوں گا لیکن برائی کی سزا دوں گا نیکی پر چلو گے تو میں تمہیں توفیق دیتا رہوں گا لیکن اس کا انعام دوں گا۔ اب یہ انسان کے ذمے ہے کہ وہ برائی کرتا ہے یا بھلائی کرتا ہے اسی بات کا اجر ہوگا مسلمانوں نے یہ بہانہ تراش لیا ہے جو ظلم ان کے ہاتھ سے ہو جاتا ہے کر گذرتے ہیں اس پر توبہ نہیں کرتے یعنی حق تو یہ ہے کہ اگر احساس ہو تو بندہ توبہ کرے کہ اللہ کریم تو مجھ سے نیکی کرنے کو کہتے ہیں لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ اللہ کو منظور تھا ایسا ہوگا۔ یعنی یہ جرم اللہ کریم کے ذمے لگا دیتے ہیں وہ کسی نے خوب کہا تھا

بات بن جائے تو یہ شان تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو خطا کاتب تقدیر کی ہے

کہ جوکوئی کام اس سے اچھا ہوجائے تو اس پر تو اپنی واہ واہ اور شہرت وصول کرتے ہیں کہ میں نے یہ کام کردیا جب ظلم کرتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ کو منظور تھا حالانکہ اللہ کو منظور ہوتا تو اللہ اس سے منع کیوں فرماتے؟ اور یہی آزمائش ہے کہ چند روزہ اس نے اختیار دیا ہے فرمایا یہ چیزوں کا پیدا ہونا، اُگنا یہ اتفاق نہیں ہیں یہ حادثات نہیں ہیں۔تم بڑی کھیتیاں تیار کرتے ہو پانی دیتے ہو باڑ لگاتے ہو بیج ڈالتے ہو اگر وہ نہیں چاہتا تو اس میں سے ایک دانہ بھی نہیں اُگتا تمہارے بس میں نہیں ہے تم لاپرواہی سے ہل چلاتے ہو بیج ڈال دیتے ہو وہ کریم ہے اگانا چاہتا ہے تو فصل لہلہانے لگتی ہے۔ ہوتا وہ ہے جو وہ چاہتا ہے تمہارے ذمے ہے کہ تم جو کام کرو وہ پوری دیانتداری سے اور صحیح طریقے سے کرو۔تمہارا یہی رویہ دیکھا جائے گا کہ تمہارے پاس اولاد اللہ کی امانت ہے تم نے اس کی صحیح پرورش کی؟ حصول رزق تمہاری ذمہ داری تھی حلال رزق تم نے حلال وسائل اختیار کرکے ان کی پرورش کی؟ انہیں اللہ کا دین سکھایا؟ انہیں نیکی اور برائی میں تمیز سکھائی؟ تمہارے ذمے دنیا کے حالات واقعات تھے جتنی تمہاری حیثیت ہے اتنے تم بھی حکمران ہو جو تمہارے دائرہ اختیار میں ہے اس کی باز پرس ہوگی کس کے اختیار میں ہے صرف اپنا وجود ہے کوئی دوسرا اس کی بات نہیں سنتا۔ اس سے اس کے وجود کی پرسش ہوگی کسی کے اختیار میں اپنا کنبہ ہے اس کے بارے پرسش ہوگی کسی کے اختیار میں شہر ہے کسی کے اختیار میں ملک ہے کوئی ایسا بااختیار ہے کہ اس کی بات دنیا پہ مانی جاتی ہے۔تو جتنے لوگ تم سے متعلق ہیں ان سے ایک ایک کے بارے پوچھا جائے گا ہم جو بیعت لیتے رہتے ہیں میری تو جان لرز جاتی ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ یہ میرے ذمہ داری ہے میری نوکری ہے مجھے کرنا ہے لیکن ایک ایک بندے کی بیعت لیتے ہوئے پریشان ہوجاتا ہوں۔اب اس کے ساتھ بھی مجھے کھڑا ہونا پڑے گا میں ہفتے میں دو رکعت جمعے کی امامت کرتا ہوں میں ممبر پر بیٹھا ہوں میرے سامنے اللہ کا قرآن پڑا ہے لیکن میں کانپ جاتا ہوں کہ یا اللہ یہ اتنے لوگ لے کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں پتہ نہیں ان میں کیسے کیسے لوگ ہیں؟ کیسا کیسا عقیدہ رکھتے ہیں؟ کیسے سوچتے ہیں؟ تو جب حساب ہوگا پوچھا جائے گا کہ تم کن کو لے آئے تھے تو کیا ہوگا؟ یہاں تو بڑی بلے بلے ہے میں کھڑا ہوتا ہوں میرے پیچھے ہزاروں لوگ آجاتے ہیں لیکن جب ہزاروں لوگوں کے ساتھ پرسش احوال ہوگی پتہ تب چلے گا ایک ایک کے بارے پوچھا جائے گا کہ اس کا ایمان کیا تھا عقیدہ کیا تھا یہ کرتا کیا تھا اور جب تمہارے پاس آیا تم نے پوری دیانت داری سے دین کی نیکی کی تعلیم دی برائی سے روکا اگر تم نے اپنا حق ادا کردیا تو پھر ہم اس سے نبٹ لیں گے اگر تم بھی شرینیاں لیتے رہے ہو اور اسے شاباش دے کر بے فکر کرتے رہے ہو کہ جو جی چاہے کرو تو پھر تم بھی ساتھ ہو تو یہ آسان کام نہیں ہوگا فرمایا اس کی ذات لاشریک ہے اس کے ساتھ اس کی ذات اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں وہ اکیلی ذات ہے جو اس سارے نظام کو بنا رہی ہے چلا رہی ہے پھر اس کی قدرت کاملہ دیکھو وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا تم رات سے گھبراتے بھی ہو اندھیرے سے ڈرتے بھی ہو کہتے ہو کام رک گیا تھوڑا سا وقت ملتا تو یہ مکمل ہوجاتا لیکن اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے رات بھی بنائی جو سکون رات کی گود میں ہے اگر صرف دن ہی ہوتا تو دنیا کے سارے انسان ساری حکومتیں مل کر بھی چاہتیں کہ ایک وقت مقرر کرکے سارے دفاتر بند ہوجائیں اور کاروبار بند ہوجائے اور لوگ خود آرام کرلیں تو ممکن نہیں تھا۔ اس نے رات بنادی پھر اس نے اس میں تاریکی پیدا کردی، پھر اس کا ماحول ایسا بنا دیا، ایسا سناٹا بنادیا کہ ہر چیز آرام کرنے کو لیٹ جاتی ہے اور بندے کی توانائیاں جو دن بھر خرچ ہوتی ہیں رات کی گود میں آرام کرکے ساری توانائیاں دوبارہ حاصل کرکے تازہ دم اٹھ کے پھر کام پہ لگ

جاتے ہیں تم رات سے گھبراتے تو ہو لیکن اگر سوچو تو اس کی کتنی بڑی رحمت ہے پھر اس کا عجیب نظام ہے پھر اس نے ہر چیز کو اوقات کا پابند کر دیا ساری دنیا پہ ایک وقت میں رات نہیں ہوتی کہ ساری دنیا کاروبار بند کر کے سو جائے عجیب نظام ہے اس کا۔ رات چلتی رہتی ہے، دن گزرتا رہتا ہے ایک جگہ صبح طلوع ہو رہی ہے آگے سورج طلوع ہو رہا ہے ایک جگہ طلوع ہو رہا ہے ایک جگہ غروب ہو رہا ہے وہی سورج ہے ایک جگہ رات آ رہی ہے، ایک جگہ سے رخصت ہو رہی ہے، پھر جو نظام کائنات چوبیس گھنٹے چلتا رہتا ہے وہی چوبیس گھنٹوں میں آدھا دن آرام و سکون کے لئے بھی مل جاتا ہے اس کا سارا نظام بھی چلتا رہتا ہے اور اس میں لوگوں کو چھٹی بھی مل جاتی ہے اور اس میں وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا رات کو سکون پرور بنا دیا غریب، امیر، فقیر، ہر کوئی ایک جیسا اس کی گود میں سو جاتا ہے۔

مولوی سعدی کی حکایات میں ہے کہ ایک بادشاہ اٹھ کر محل کے جھروکے میں آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ پتھریلی زمین پر ایک فقیر لیٹا ہوا ہے اس نے حکم دیا اس کو بلایا جائے خادم گئے جب بادشاہ دربار میں آیا تو پھر حاضر کر دیا اس نے پوچھا بڑی عجیب بات ہے تو پتھریلی زمین پر بغیر بستر لیٹا ہوا تھا تیری رات کیسے بسر ہوئی؟ حیران ہوا کہ اس طرح رات کیسے بسر ہو سکتی ہے جب کہ شاہی بستر پر اور نرم وریشمی گدوں میں نوکروں چاکروں کے ہمراہ بے شمار نعمتوں میں ہمیں ساری رات نیند نہیں آتی کروٹیں لیتے رہتے ہیں دوائیاں کھانا پڑتی ہیں تو اسنے پوچھا تمہاری رات کیسی گزری؟ اس نے کہا بادشاہ سلامت کچھ تو ایسی گزری جیسے آپ کی گزری اور میری گزری برابر گزر گئی، کچھ آپ سے بہتر گزر گئی۔ تو بادشاہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا عجیب بات کرتے ہو مجھ سے بہتر کیسے اس نے کہا بادشاہ سلامت میں جتنی دیر جاگتا رہا میں اللہ کا ذکر کرتا رہا اور آپ جتنی دیر جاگتے رہے سلطنت کے بکھیڑے سلجھاتے رہے وہ وقت میرا آپ سے بہتر گزرا اور جب میں سو گیا آپ بھی سو گئے جیسے آپ غافل ویسا میں غافل کوئی شاہی بستر پہ سو رہا ہے یا پتھر پر سو رہا ہے سونے والے کو تو کوئی پتہ نہیں کہ بستر شاہی ہے یا پتھر ہے جب آپ سو گئے تو میں اور آپ ایک برابر تھے اور جتنی رات میں جاگتا رہا وہ میں نے آپ سے بہتر بسر کی۔

اس کریم نے ایسا نظام بنا دیا ہے اب اس نے انسان کے ذمے لگایا اس نے انبیاءؑ بھیجے، رسولؑ بھیجے اور اولوالعزم رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں پھر امام الانبیاء رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہم ذرا اپنی حیثیت دیکھیں اپنے آپ کو دیکھیں اپنے خاندان کی طرف دیکھیں پھر یہ سوچیں کہ میں کون ہوں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہ مانوں میری کیا حیثیت ہے کاش کبھی ہم یہ سوچیں کہ اللہ کریم اتنی بڑی ہستی خالق کائنات وحدہٗ لاشریک اس نے میری طرف مبعوث کیا محمد رسول اللہ ﷺ کو جو باعث تخلیق کائنات ہیں اور پھر قرآن اپنا ذاتی کلام بھیجا پھر اللہ کے نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل کر کے اس کی تفسیر بتائی اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا تو میرا کیا ہوگا؟ فرمایا کبھی سوچ کے دیکھو غور کر کے دیکھو تمہیں پتہ چلے گا کہ تم کر کیا رہے ہو اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ وہ کریم ہے اس نے رات کو باعث سکون بنا دیا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا۔ لاکھوں کروڑوں گنا بڑا کُرّہ ہے زمین کے شمس کا اور آگ ہی آگ ہے۔ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے اور وہ بھی منور کرتا ہے بہت بڑا کُرّہ ہے اتنے بڑے بڑے کُرّوں کو اس نے سیکنڈ کے کروڑویں حصے تک پابند کر دیا ہے کہ اس وقت تمہیں وہاں ہونا ہے اس رفتار سے چلنا ہے اس اس راستے پہ چلنا ہے تا کہ یہ نظام کائنات چلتا رہے اور دنیا کے سارے سائنسدان مل کر سورج کو ایک لحظہ مؤخر نہیں کر سکتے دنیا کی ساری ریاستیں مل کر اسے ایک لحظہ وقت سے پہلے نہیں لا سکتیں سورج کو نہ چاند کو، اور اس نے ایسا ان کا نظام بنا دیا ہے۔ اور تمہیں عقل و شعور

عطا کر دیا ہے کہ تم رات دن گھنٹوں منٹوں کا حساب جوڑ لیتے ہو اور اپنے کاروبار میں بھی استعمال کرتے ہو اور روزمرہ کے معمولات میں بھی استعمال کرتے ہو یہ کس نے اتنے بڑے بڑے کرّوں کو مسخر کر دیا؟ وہ بھی اس وحدہٗ لاشریک کی ذات ہے کیا اس کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کرتے ہو؟ اللہ اللہ اللہ! فرمایا یہ کیا ہے اس نے ایسی چاند کی منزلیں بنائیں کہ کوئی ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی وہ معدوم ہو جاتا ہے پھر طلوع ہوتا ہے پھر بڑا ہوتا جاتا ہے پھر پورا چاند ہو جاتا پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے پھر تھوڑا سا رہ جاتا ہے پھر ڈوب جاتا پھر نکل آتا ہے سورج ایک سرے سے نکلتا ہے دوسرے سرے غروب ہو جاتا ہے اپنے اوقات پر پوری پابندی سے کاربند ہے اس کا راستہ بھی متعین ہے اوقات کار بھی متعین ہیں اب اس نے سورج اور چاند، دنوں کے ساتھ، دنوں، مہینوں، سالوں، موسموں کا حساب وابستہ کر دیا یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ عبادات کو اللہ کریم نے قمری مہینوں کے ساتھ وابستہ کر دیا یہ اس کا حکم ہے حج کی تاریخیں بھی چاند کے ساتھ ہوں گی رمضان کی تاریخیں بھی قمری تاریخوں کے ساتھ ہوں گی لیکن باقی معمولات زندگی اگر شمسی تاریخوں پہ بھی شمار رکھے جائیں تو یہ بھی جائز اور درست ہے اس لئے کہ یہ بھی حساب اللہ نے بنایا ہے ہمارے ہاں یہ بھی ایک رواج ہو گیا ہے کہتے ہیں صرف ہجری تاریخ ہی یاد رکھنی چاہیے یہ مہینے کافروں کے لئے نہیں ہیں یہ اللہ نے بنائے ہیں دنوں کو سورج کو چاند کو اللہ نے بنایا ہے اور دنوں اور مہینوں کا حساب اللہ نے ترتیب دیا بلکہ ایک بات آپ کو بتاؤں بڑی عجیب بات یہ جو ہم انگریزی میں لکھتے ہیں ناں 4,3,2,1 یہ انگریزی کے ہندسے نہیں یہ عربوں کی اور مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ انگریزوں کے ہندسے جو تھے سب سے پہلے رومن ایمپائر نے ایجاد کیے تھے اور سارے مغرب میں وہی رائج تھے۔ 1 ڈنڈا ایک کے لئے، 2 کے لئے دو ڈنڈے، 3 کے لئے تین ڈنڈے، 4 کے لئے ایک ڈنڈا اور v، 5 کے لئے صرف v اور 6 کے لئے v کے آگے ڈنڈا یہ جو ہیں ناں رومن جنہیں کہتے ہیں وہ مغرب والوں کے ہیں یہ جو انگریزی میں 4,3,2,1, لکھے ہوتے ہیں یہ بھی مسلمانوں کی ایجاد ہیں اور قمری مہینے یاد رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ عبادات وابستہ ہیں اور انہیں یاد نہ رکھنا گناہ ہے قمری مہینے یاد رکھنا چاند کے طلوع سے وابستہ ہیں قمری مہینے جو ہیں انہیں یاد رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور یاد نہ رکھنے کا گناہ ہوتا ہے شمسی مہینے جو ہیں جو سورج سے متعلق ہیں ان کو کوئی یاد نہ رکھے تو گناہ نہیں ہے لیکن جاننا چاہیے کہ بین الاقوامی لین دین حساب، چھٹیاں شمسی مہینوں سے ہوتی ہیں اور سورج کے ساتھ جو مہینے وابستہ ہیں ان سے حساب کرنا جرم نہیں ہے یہ بھی اللہ نے بنائے ہیں لیکن ہمارے ہاں میں اس علاقے کی بات کروں تو ہمارے لوگ ایسے بدنصیب ہیں کہ انہیں سمتِ بکرمی یاد رہتی ہے جو ہندوؤں کی ہے مہاراجہ بکرمہ جیت سے شروع ہوئی ہے تو وہ انہیں یاد رکھتے ہیں جسے ساون، بھادوں، اسوج، کاتک اور محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی۔ انہیں یاد نہیں بلکہ یہ تو سرے سے آتے ہی نہیں اور انگریزی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، ہندوؤں کے مہینے ہی یاد رکھتے ہیں اور اسی پر تاریخیں بناتے ہیں کہ جیٹھ کی فلاں کو، حتیٰ کہ مذہبی اجتماع بھی ہندوؤں کی تاریخوں پر رکھتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے بندہ حیران ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیا سوچتے ہیں کہ یعنی جو مذہبی اجتماعات یہ جی ہمارا جو ہے جلسہ وہ بارہ ہاڑ کو ہوتا ہے کمال ہے ہاڑ کا تمہارے مذہبی جلسے سے کیا؟ ہاڑ تو ہندوؤں کا مہینہ ہے لیکن کرتے ایسا ہی ہیں تو اس مالک الملک نے سورج چاند کو راستوں پر پابند کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے جب نمرود نے جھگڑا کیا اور حجت بازی کرنے لگا تو انہوں نے کہا سادہ سی بات ہے میرا مالک وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو کہتا ہے

کہ تو کائنات کا مالک ہے اور تو اپنے آپ کو معبود سمجھتا ہے تو پھر تو سورج کو مغرب سے نکال دے۔ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (سورۃ البقرہ آیت 258) اس کا منہ کھلے کا کھلا رہا گیا کہ یہ تو میں نہیں کر سکتا تو فرمایا تو عاجز ہے پھر تو کچھ نہیں کر سکتا۔ فرمایا: وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا رات کو اس نے نیند کا سبب بنایا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا سورج اور چاند کو ان کی نوکری پر مقرر کر دیا اور سورج کی گرمی سے بیج بھی پھوٹتے ہیں پھل بھی پکتے ہیں بے شمار کام سورج کی روشنی سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اب سائنس نے تو اس کا بہت دور تک استعمال شروع کر دیا ہے اسے لیزر تک لے گئے اس کی کرن کو پکڑ کر لیزر ٹیکنالوجی بنالی یہ سب کیا ہے یہ ساری روشنیاں ایک سورج بکھیرتا ہے لیکن نہ اپنے راستے سے ہٹتا ہے نہ اپنے وقت سے آگے پیچھے ہوتا ہے چاند سے روشنی ہوتی ہے پھلوں میں مٹھاس ہوتی ہے اور بھی بے شمار چیزیں اس کے طلوع وغروب سے وابستہ ہیں جو گنی نہیں جاسکتیں لیکن نہ سورج کو پتہ ہے کیا ہو رہا ہے نہ چاند کو پتہ ہے کیا ہو رہا ہے ان کی نوکری ہے رستہ مقرر ہے اوقات مقرر ہیں انہیں اس پر چلتے رہنا ہے جو ہوتا ہے وہ ان کے سبب ہوتا ہے کرنے والی وہ ذات الہٰ العالمین کی ہے وہ خود جانے اور اس کا کام جانے۔ فرمایا یہ سب کیا ہے؟ فرمایا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ یہ اس عظیم اس جاننے والے جو ہر چیز پر غالب ہے، کے فیصلے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت کہاں ہونا ہے پھر اس ذات کے ساتھ تم مخلوق کو شریک کرتے ہو پھر وہ ایسا قادر ہے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وہ ایسا قادر ہے کہ ستاروں کو اس نے پابند کر دیا کہ خاص وقت پر طلوع ہوتے ہیں خاص مقام پر نظر آتے ہیں اور خاص سمت کو چلتے ہیں تمہیں عقل وشعور دے دیا تم ان کی رفتار کو دیکھ کر ان اوقات کا رکا تعین بھی کر لیتے ہو جب یہ گھڑیاں نہیں تھیں ہم جب چھوٹے ہوتے تھے تو یہ گھڑیاں تو نہیں ملتی تھیں ملازم پیشہ لوگ تھے یا کوئی فوجی افسر تھے ان کے پاس ہوتی تھیں کوئی تصور ہی نہیں تھا نہ ٹیلی فون تھا نہ گھڑی تھی نہ موٹر نظر آتی تھی تو ہمارے لئے رات کو اوقات بتانے والے یہی ستارے ہوتے تھے کہ اب فلاں ستارہ فلاں جگہ ہے اب یہ وقت ہوگا۔ اٹھو بھئی فلاں ستارہ سحری والا طلوع ہو گیا چلو کام پہ چلو اور مرغوں کی آوازوں سے ہم وقت پہچانتے تھے کہ اب مرغوں نے پہلی اذان دی ہے تو وہ وقت ہوگا اب دوسری دی ہے وہ وقت ہوگا اب تیسری دی ہے اب فجر ہوگئی ہوگی۔ مرغ کو آپ دس اندھیرے کمروں میں اندر بند کر دیں جیسے ہی صبح کاذب ہوگی تہجد کا وقت ہوتا جائے گا وہ اندر سے بولنا شروع کر دے گا نہ اسے باہر موسم نظر آرہا ہے نہ اسے باہر چاند نظر آرہا ہے نہ اسے باہر رات ڈھلتی نظر آرہی ہے تو وہ خود بتا دیتا ہے کہ بھئی بتاؤ لوگوں کو تو وہ قادر ہے اس نے ستاروں کو پابند کر دیا ہے راستوں پر بھی اور مقامات پر بھی اور تم اس سے اندازہ لگا لیتے ہو رات کی تاریکیوں میں بھی سمندروں میں بھی اور خشکی پر بھی سمت متعین ہے فلاں ستارہ فلاں جگہ ہے تو وہ جگہ اس سمت اس کا مطلب ہے یہاں شمال ہے یہ قطب ستارہ ہے یہاں شمال ہے مجھے مغرب کو جانا ہے مجھے اس طرف جانا ہوگا یہی حال سمندر میں بھی ہوتا ہے کچھ لوگ اس سے آگے چلے جاتے ہیں پھر وہ بروج کی تقسیم جو اللہ نے کی ہے اس میں دیکھتے ہیں فلاں ستارہ فلاں برج میں ہے قسمت کا حال بتاتے ہیں تو یہ سارے عقل انسانی کی ایجادات ہیں جس طرح ایک طبیب دو چار جڑی بوٹیاں اکھاڑ کے لے آتا ہے ہمیں کہتا ہے یہ پیس کے سفوف بنا لو یہ پھکی کھاؤ تمہارا معدہ ٹھیک ہو جائے گا اب یہ ضروری نہیں اس سے ٹھیک ہو اس سے بگڑ بھی سکتا ہے ٹھیک بھی ہو سکتا ہے ہم اعتماد کرتے ہیں ٹھیک بھی ہو سکتا ہے لیکن ان چیزوں میں اصل محرک کون ہے؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے ان میں وہ تاثیر رکھی اس بندے کو علم دے

دیا۔یہی ستاروں کا بھی علم ہے۔یہی کچھ نجومی بھی بتاتے ہیں وہ قادر ہے کہ ایک ستارہ نجومی کے حساب اس جگہ ہونا چاہیے لیکن وہ قادر ہے اسے وہاں سے ہٹادے دوسری جگہ کردے پھر نجومی کیا کرے گا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتاتے ہیں یہ ہوگا وہ ہوگا لیکن یہ لکیریں بناتا کون ہے؟ اگر کسی کو یہ فن آتا ہو تو روزانہ صبح اٹھ کر اپنے ہاتھ کو غور سے دیکھو تو یہ لکیریں ساری بدلی پڑی ہوتی ہیں دن کو صبح دیکھو اور ہوتی ہیں شام کو دوپہر کو ان کی صورت اور بنی ہوتی ہے لہٰذا ان سے راستے متعین نہیں ہوتے نہ ستاروں سے نہ ہاتھ کی لکیروں سے۔راستے متعین کرنا اللہ کا کام ہے۔رسولوں کا ہے اور یہ کام ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اور ستاروں کی رفتار سے قسمت کا حال جاننا ایسے ہی ہے جیسے ہم ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ ٹھیک ہو ہوسکتا ہے ڈاکٹر کو غلطی لگی ہو اس انداز تک تو جائز ہے لیکن یہ سمجھ لینا کہ نجومی کہہ رہا ہے یہ لکیریں دیکھ کر ایسا یقینی ہوگا یہ شرک ہے یہ کفر ہے۔یقینی ماننا قطعی کفر ہے اندازہ سمجھنا ایسا ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی اس میں کوئی حرج نہیں چونکہ ستاروں، چاند سورج ان سب کو اللہ کریم نے راستوں، مختلف جگہوں پر متعین فرمایا ان کو مختلف تاثیرات دیں تو ان سب سے اندازہ یہ لگانا چاہیے کہ یہ تو اس کی مخلوق ہے اور اس کے بندے اس کے ملازم ہیں اور اس کے حکم کے پابند ہیں معاملہ تو اس سے کرنا چاہیے جس کا حکم ان پر بھی چلتا ہو بات تو اس کی مانی جائے۔اب اس کی بات ہم کیسے مانیں؟ ہم اس قابل تو نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بات کرے ہماری حیثیت کیا ہے؟ ہم سے تو کوئی بچہ بات کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔جن بچوں کی ہم پرورش کرتے ہیں، اپنے بیٹے ہیں، اپنی اولاد ہے، پالتے ہیں، ان سے بات کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں بابا تو بڈھا ہوگیا ہے، تمہیں سمجھ نہیں ہے، شور نہ کر تمہیں نہیں سمجھ، ایسے نہیں ہوتا۔تو اپنے بچے، بیٹے ہماری بات نہیں سنتے یہ تو ہماری حیثیت ہے۔تو اس نے بات کی محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ اتنے امین تھے کہ جتنی بات اللہ کی حضور اکرم ﷺ سے ہوئی انہوں نے ساری مخلوق کو پہنچا دی۔قرآن کی صورت میں، حدیث کی صورت میں، عمل کی صورت میں، ارادے کی صورت میں اور ایک مقدس جماعت، ایک ریاست، ایک حکومت بنادی۔ تئیس سال کے قلیل عرصے میں جس کا الف سے ے تک ہر کام اللہ کے احکام کا پابند تھا۔اب یہ ہمارا کام ہے کہ وہاں سے سبق حاصل کریں اگر نہیں کریں گے تو کب تک؟ اللہ اللہ اللہ! آج اگر میں یہاں بیٹھا ہوں میں اس میں مبتلا ہو جاؤں کہ بہت بڑا آدمی ہوں پتہ نہیں کل یہاں کون ہوگا آنے والے کل کو کون ہوگا آدمی بڑے نہیں ہوتے۔بڑا اللہ ہے۔عظمت اس کے واسطے ہے۔بڑائی اسے زیب دیتی ہے انسانوں میں بڑائی اللہ کے رسولوں کے لئے ہے وہ انسانیت کا شرف ہیں۔اللہ کے نبی اور محمد رسول اللہ ﷺ سب نبیوں کے بھی امام ہیں۔ایمان سے کھرے ہو کر خود سوچو جو بندہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہ مانے پھر وہ کس کی مانے گا سو فرمایا جاننا چاہو تو اس کی قدرت کاملہ کو دیکھ کر اندازہ لگاؤ کہ اس کی ہستی کتنی عظیم ہے جس نے ہر چیز کو ایک رائی کے دانے سے لے کر سورج جیسے عظیم کُرہ تک چاند ستاروں زمین بادل فضاء ہر چیز کو معین کر دیا ہے کہ تجھے اس وقت یہ کرنا ہے وہ کر رہا ہے اس کی مجال نہیں کہ اس راستے سے ہٹ جائے تم انہیں دیکھ کر دنوں، مہینوں، گھنٹوں کا حساب لگا لیتے ہو اور وہ اتنے پابند ہیں کہ وہ اسی طرح چل رہے ہیں قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴿۹۷﴾ فرمایا جن میں کچھ علم ہوگا وہی سمجھیں گے، جہالت کا تو کوئی علاج نہیں۔علم کے لئے ضروری نہیں کہ بندہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو تقریر کرنا جانتا ہو لیکن اتنا شعور تو ہو کہ بھلائی اور برائی کو الگ الگ سمجھ سکے اتنا شعور تو ہو کہ رات اور دن کو سمجھ سکے صبح اور شام کا اندازہ کر سکے تو اسے سمجھ آجائے گی کہ یہ کتنی واضح دلیلیں ہیں جو عظمت الٰہی پہ قرآن نے بیان کر دیں اور

اسی طرح فرمایا وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ذرا اپنی ذات پہ غور کرو ایک وجود حضرت آدمؑ سے تخلیق فرمایا اور اس سے ساری انسانیت کو پھیلا دیا ایسا عجیب نظام اس نے بنایا ہر وجود میں سیل ہیں اور سائنسدان آج کہتے ہیں کہ انسان کے وجود میں ڈھائی کھرب سیل ہیں اور ہر سیل میں اس کی زندگی کا پورا نصاب درج ہے ایک کتاب موجود ہے جس میں پیدا ہونے سے مرنے تک اس کے سارے حالات درج ہیں اور ہر سیل مرجاتا ہے اور اس جیسا دوسرا پیدا ہوجاتا ہے اور کہتے ہیں چھ مہینے میں سارے سیل بدل جاتے ہیں ڈھائی کھرب موتیں اس وجود کے اندر چھ مہینے میں ہوجاتی ہیں بڑا باریک نظام ہے اس کے ہر سیل کو وہ خود پیدا کرتا ہے اس کے اندر پھر حیات ہے منفی مثبت ہے اس کے اندر ایک کتاب ہے یہ وہی سیل ہیں بچوں کے جو نئے سیل پیدا ہوتے ہیں وہ پہلے سے طاقتور ہوتے ہیں تو بچہ جوان ہونا شروع ہوجاتا ہے اور جب سیل جو نئے بنتے ہیں پہلے سے کمزور ہونا شروع ہوجاتے ہیں تو بندہ بڑھاپے کی طرف چل پڑتا ہے تو ایک ایک سیل کو وہ خود بنا رہا ہے چلا رہا ہے پھر تم سب کو اس نے ایک وجود سے پیدا فرمایا فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ کچھ ٹھکانے اس نے تمہارے عارضی بنائے "سبحان اللہ" زمین میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اجزاء جن سے وہ سیل بنتے ہیں پھر پشت پدر میں آتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ پھر شکم مادر میں آتے ہیں، لیکن عرصہ معین ہے کچھ عرصہ دنیا میں آجاتے ہو عرصہ معین ہے، کچھ عرصہ پھر قبر میں پہنچ جاتے ہو، قبر میں چلے جاتے ہو عرصہ متعین ہے، کچھ عرصہ پھر قیامت ہوگی اس کے بعد مستقل ٹھکانے پہ پہنچ جاؤ گے جنت یا اللہ پناہ دے دوزخ ۔ یہ دنوں مستقل گھر ہیں تو تمہارا سفر بھی آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک عارضی ٹھکانوں میں ہے تم کہیں برسوں رہتے ہو کہیں مہینوں رہتے ہو کہیں دنوں رہتے ہو یہ عارضی ٹھکانے ہیں ذرا ان کو بدل کر دیکھو کچھ کر سکتے ہو کوئی چاہے میں پشت پدر میں نہ جاؤں شکم مادر میں نہ جاؤں ویسے ہی زمین پہ اُتر آؤں ذرا اتر کر دیکھو۔ کوئی کہے میں یہیں رہ جاؤں قبر میں نہ جاؤں رہ کے دیکھو۔ جس طرح چاند، سورج، ستارے، رستے سفر اوقات کے پابند ہیں اسی طرح تم بھی اسی سفر کے پابند ہو۔ ہاں! تمہارے بہت سے عارضی ٹھکانے ہم نے بنائے ہیں صلب پدر میں آتے ہو شکم مادر میں آتے ہو وہ بھی گھر ہے زمین پر آتے ہو وہ بھی گھر ہے قبر میں جاتے ہو وہ بھی گھر ہے وہ بھی عارضی ہے پھر قیامت کے میدان میں وہ بھی عارضی گھر ہے ایک دن وہ حشر بھی ختم ہوجائے گا پھر رہ جائے گی جنت یا دوزخ فرمایا اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ عارضی ٹھکانے بھی بہت سے بنادیئے پھر مستقل ٹھکانہ بھی بنا دیا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ اگر بندہ سمجھدار ہو سمجھنا چاہے پھر اس میں تفقہ ہو تو اس میں دلائل ہیں تو اللہ فرماتا ہے میں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی سمجھنا چاہے تو اس میں کوئی کمی نہیں اور نہ سمجھنا چاہے تو اس کی بدنصیبی ہے کہ آخر اس سفر سے اس منزل سے وہ بچ نہیں سکتا آنا اس نے آخری گھر میں ہے صرف اسے میں نے ایک اختیار دے دیا ہے ورنہ نہ عالم امر میں اس کے پاس کچھ کرنے کا اختیار ہے نہ صلب پدر میں نہ شکم مادر میں دنیا میں آتا ہے تو میں اسے تھوڑی سی چھٹی دے دیتا ہوں کہ اگلے گھر کے لئے فیصلہ کرلے کہ تو کس گھر میں جانا چاہتا ہے اگر جنت میں جانا چاہتا ہے تو یہ ہے میرا رسول اللہ ﷺ اس کا دامن تھام لے جنت کی ضرورت نہیں ہے تو جدھر مرضی ہے جا۔ جب تو وہاں پہنچے گا تو پتہ چل جائے گا اتنی سی بات ہے اور فرمایا اس کے لئے میں نے فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ دلائل کے انبار لگا دیئے کھول کر دلیلیں بیان کردیں لیکن دلائل بھی انہیں کو کام آتے ہیں جو باشعور ہوں، جو سمجھنا چاہیں، جو سمجھ سکتے ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

12-09-09

آدابِ اعتکافِ رمضان

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

الحمدللہ اللہ کریم نے توفیق بخشی فرصت بخشی اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا سنت اعتکاف آقائے نامدار ﷺ کی سنت ہے اعتکاف اکیس رمضان سے شروع ہوجاتا ہے اسلام میں مہینہ سورج ڈوبنے سے بدل جاتا ہے اگلے دن کی پہلی اذان مغرب کی ہوتی ہے رات کی پہلی اذانوں میں مغرب کی اذان ہے اور رات اگلے دن کے ساتھ شمار ہوتی ہے اس لئے روزہ پہلے افطار کیا جاتا ہے پھر اذان کہی جاتی ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ (سورۃ البقرہ آیت 187) روزے کو رات تک پورا کرو رات کے اندر نہیں فی الیل نہیں۔ فی الیل ہوتا تو پھر شاید ساری رات چلا جاتا اِلَى الَّيْلِ ۚ ہے رات تک پورا کرو جب بیسواں روزہ ختم ہوتا ہے تو اعتکاف شروع ہوجاتا ہے یہ سادہ سی بات ہے لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ جو حضور اکرم ﷺ کا ارشاد تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں علم اٹھ جائے گا جہالت غالب ہوگی عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا علم اللہ کریم سلب فرمالیں گے فرمایا نہیں اہل علم اٹھ جائیں گے اور بعد میں آنے والے اس پائے کا علم حاصل نہیں کریں گے۔ اب رواج یہ ہوگیا ہے بہت کم خوش نصیب ہیں جو تحقیق و تنقیح کے میدان تک علم حاصل کرتے ہیں ورنہ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی کھاتا پیتا، ہنستا بستا گھر اپنے بچوں کو دینی علم کے لئے بھیجتا ہی نہیں۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ جو بچے معاشی طور پر بہت کمزور ہوتے ہیں وہ دینی مدارس میں بھیج دیئے جاتے ہیں یا جسمانی طور پر کوئی عیب ہوتا ہے تو انہیں بھیج دیا جاتا ہے اور عموماً یہ نعمت غرباء کو، مساکین کو نصیب ہوتی ہے۔ کھاتے پیتے لوگ اس طرف نہیں آتے۔ دنیوی علوم کی طرف دوڑ لگاتے ہیں اور عہد کی بدنصیبی یہ ہے کہ لوگ العلم کا معنی نہیں سمجھتے حالانکہ دونوں علم ضروری ہیں اور دونوں سے مل کر العلم بنتا ہے یعنی دینی اور دنیوی علوم چونکہ مومن کی دنیا بھی دین ہے۔ دنیا میں رہنے کا طریقہ اور دنیا میں رہنے کا سلیقہ یہ ساری چیزیں انسانی بنیادی ضروریات ہیں اور اگر ان کاموں کو کرنا آتا ہو اور سلیقے سے کئے جائیں تو یہ بھی دین ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق علم کے دو حصے ہیں علم الادیان اور علم الابدان روحانیت کا ایمانیات کا عقائد کا علم اور مادی چیزوں کا علم۔ علم الابدان مادیات کا علم، تو مادی علوم کی طرف تو ہر کوئی بھاگ رہا ہے، بچوں کو آج فرصت ہی نہیں صبح سویرے اٹھ کر سکول سے آئیں تو ٹیوشن پڑھتے ہیں، مقابلہ ہے دنیا کے میدان میں ہر کوئی دوڑ رہا ہے اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں ساتھ دین بھی نصیب ہو۔ ہمارے دینی مدارس میں یہ تھوڑی سی کمزوری آگئی ہے صرف ایک طرف توجہ رکھتے ہیں اور دنیوی چیزیں نہیں پڑھاتے اب کچھ اداروں نے شروع کردیا ہے کہ کچھ کاروبار کے طریقے اور کچھ ہنر سکھانا، کچھ مختلف زبانیں پڑھائی شروع کردی ہیں اور یہ ضروری ہے کہ دینی علوم کے جاننے والے میدان میں آئیں۔ میدان عمل میں آئیں اور دوسروں سے بہتر کارکردگی دکھائیں تو یہ

جو علم کی کمی ہے اس نے عبادات کو رواجات میں الجھا دیا ہے وہ جو کہا گیا تھا ناں کہ

یہ اُمت رسومات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

جو بہترین عبادات تھیں ان کے ساتھ بھی اس طرح کی رسومات چسپاں کردی گئی ہیں اب دیکھیں ایک پورا مٹکہ بھی دودھ کا ہو اس میں ایک قطرہ شراب کا ڈال دیں وہ اس سارے کو خراب کردے گا سارا کام آپ شریعت کے مطابق کریں اور اس میں ایک بدعت داخل کردیں تو اس سارے کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہمارے ہاں رسومات بہت ہوگئی ہیں اور ہر کام میں غلو ہے۔ زیادتی ہے افراط و تفریط ہے۔

اعتکاف میں بنیادی بات یہ ہے کہ کوئی غیر ضروری بات نہیں کرنی چاہیے یہ زبان کا بھی روزہ ہے ایک طرح سے۔ یعنی کاروبار کی بات، دنیوی بات، رشتہ داری کی بات، کسی کے ساتھ صلح جنگ کی بات، کسی کے ساتھ لین دین کی بات، دکانداری تجارت، مال کی بات، اعتکاف میں نہیں ہوسکتی۔ اعتکاف پر بیٹھنا ہے تو ان ساری چیزوں سے فارغ ہو کر آؤ لیکن بالکل خاموش ہوجانا بھی مکروہ ہے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کھانا مانگتے ہیں تو بھی چٹ لکھ کر، زبان بالکل بند ہے یہ بھی مکروہ ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی بات کرنا، تلاوت کرنا، کسی کو مسئلہ سمجھانا، ذکر کرنا، تسبیحات پڑھنا یہ دنیاوی باتوں میں نہیں آتا یہ ذکر الٰہی ہے جتنی زیادہ ہوسکے تلاوت کیجئے درود شریف پڑھیں دین سیکھنا اور سکھانا یہ باتوں میں نہیں آتا یہ اللہ کی راہ کے کام ہیں اور اسی طرح ضروری ہیں لہٰذا اسی طرح خاموش ہوجانا آواز نہ نکالنا یہ بھی مکروہ ہے غیر ضروری بات کرنا یہ گناہ ہے کوئی باتھ روم جاتا ہے ضرورت سے تو مسجد سے نکل سکتا ہے لیکن باتھ روم جائیے اور واپس آجائیے یہ نہیں کہ راستے میں جو نظر آیا اسلام و علیکم آپ کا کیا حال ہے؟ یہ عام آدمیوں کی عادت ہے بلکہ یہ ساری قوم کی عادت ہے یہ ساری قوم بغیر کسی پروگرام کے کہیں اور جارہے ہوتے ہیں آپ سے بڑا ضروری کام تھا۔ ضروری کام تھا تو آگئے ہوتے بندہ کہیں اور جارہا ہے آپ کہیں اور جارہے ہیں ویسے ہی پکڑ کر کھڑے ہوجائیں گے ان باتوں کی احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ باتیں ساتھیوں کو بھی یاد رکھنی چاہئیں۔ اعتکاف میں ایسا نہیں ہوتا اگر رفع حاجت کے لئے یا وضو کرنے کے لئے جارہے ہیں تو اپنا جائیں اور واپس آئیں راستے میں کسی سے مصافحہ کرنا یا بات کرنا اس کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ عموماً اس طرح کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوجاتی ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ مسجد کے اندر احاطہ مسجد میں رہیں بلکہ علماء نے لکھا ہے اگر کسی کو اتفاقاً غسل کی ضرورت پیش آجائے تو کوئی برتن منگوا کر مسجد کے صحن میں رکھ کر اس میں بیٹھ کر نہائے یہ جو عشرہ ہوتا ہے کلی طور پر مخلوق سے تعلق ختم کر کے ساری توجہ اللہ کی یاد کی طرف دین کی طرف مرکوز کردی جائے جس طرح خود رمضان شریف کے بے پناہ فضائل ہیں مہینوں کا سردار ہے۔ پھر وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نزول قرآن ہوا اور سارا قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان اول پر اتار دیا گیا پھر رمضان شریف میں ہی نزول قرآن حکیم شروع ہوا اور اس رات کو یہ شرف بخشا گیا کہ وہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ رمضان شریف کی آخری طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ جو اعتکاف میں ہوتے ہیں وہ تو خوش نصیب ہیں کہ ساری طاق راتیں انہیں اللہ کی بارگاہ میں مسجد میں بیٹھے ہوئے آتی ہیں یہ خصوصی رحمت ہے اللہ کی جو بٹ رہی ہوتی ہے جو عام کردی جاتی ہے پھر آخری عشرہ دوزخ سے رہائی کا ہے حضور اکرم ﷺ نے احکام اعتکاف ارشاد فرمائے ہیں اس کی کچھ شرائط ہیں اس میں رسومات کو داخل کردیا جائے تو اس میں فضائل نہیں رہتے دین اور رسم میں بڑا فاصلہ ہے ہمارے ہاں رواج بن گئے اور عجیب وغریب رواج بن گئے ہیں کوئی اعتکاف بیٹھنے کے لئے جاتا ہے تو باجے

گا جے کے ساتھ جائے گا جب اعتکاف ختم ہوا ہے تو بڑے ڈھول باجے کے ساتھ مسجد سے لینے جائیں گے یعنی سمجھ میں نہیں آتی کہ ان چیزوں کا دین سے کیا تعلق ہے۔ کوئی ہار لے کر مسجد کے دروازے پہ کھڑا ہے کوئی نوٹ وار رہا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ حج پہ جائیں گے عمرہ پہ جائیں گے تو ایک وفد رخصت کرنے والوں کا ہے اور ایک وفد وصول کرنے والوں کا ہے پھر گاڑیوں پر بھی پھول لگے ہوئے ہیں پتہ نہیں اللہ سے عجز و نیاز کا اظہار کرو اس سے بخشش اور مغفرت چاہو وہاں بھی اپنی بڑائی کی فکر لگی ہوتی ہے اللہ ان خرافات سے ان رسومات سے بچائے ہمیں دنیا کے امور کی بڑی فکر ہوتی ہے، کرنی بھی چاہیے، بہت اچھی بات ہے۔ حلال طریقے سے دنیا کمانا، جائز طریقے سے رزق کا کھانا یہ سارا بھی عبادت ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس قدر نہیں کہ آخرت بھول ہی جائے۔ اگر ہم دنیا کے کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں قبر میں بھی جانا ہے اچھے اچھے لباس پہنتے ہیں تو لباس پہنتے وقت یہ احساس بھی ہونا چاہیے کہ کفن بھی پہننا ہے۔ گھر بناتے ہیں جائز وسائل آرام دہ بنایئے لیکن اس میں بندہ اتنا مصروف نہ ہو جائے کہ قبر بھول جائے۔ آخر سب کچھ چھوڑ جانا ہے، سب رہ جانا ہے۔ حکمرانوں کی حکومتیں، طاقتوروں کا رعب داب، حکمران کی دولت، سب کچھ رہ جاتا ہے اور انسان انتہائی بے بسی سے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ رمضان میں تو اللہ کریم ویسے ہی بے پناہ رحمتیں لٹاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے **من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہ او کما قال رسول اللہ ﷺ** کہ جس نے رمضان شریف کا روزہ ایمان اور احتساب سے رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ دو شرطیں لگائی ہیں حضور اکرم ﷺ نے ایک تو عقیدہ درست ہو، ایمان صحیح عقیدے کا نام ہے اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانو اور اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی طرح سے کوئی شریک نہ ہو اسے رب مانیں اسے خالق و مالک مانیں نبی کریم ﷺ کو اللہ کا برحق رسول اور امام الانبیاء مانیں تمام انبیاءؑ فرشتے آخرت قیامت جزا و سزا یہ سب ضروریات دین ہیں۔ سب کو اس طرح مانیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے ماننے کا حکم دیا۔ ایمان صحیح ہو دوسری شرط احتساب ہے کہ روزہ رکھا ہے تو اپنا محاسبہ کرے کہ روزے میں تو میں حلال چیزوں سے رک گیا ہوں اور زندگی میں میں حرام سے پرہیز کرتا ہوں۔ احتساب سے مراد یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کرے ہم دوسروں کا محاسبہ کرتے ہیں۔ یار فلاں نے وہ ظلم کیا فلاں نے وہ زیادتی کی، اپنا محاسبہ نہیں کرتے اللہ کے پاس جانا ہے، دوسروں سے پہلے اپنا محاسبہ کریں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو روزہ رکھے اور اس کا عقیدہ درست ہو، ایمان ہو وہ احتساب کرے، اپنا محاسبہ کرے عبادات میں ہم سے کوتاہی ہو جاتی ہے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں پھر نافرمانی ہوتی ہے نیک عمل چاہے گناہوں سے بچنے کے لئے اللہ کی توفیق چاہیے یہ شرائط پوری ہوں تو اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت 69) جو میری رضا پانے کے لئے محنت کرتے ہیں میں ان کے لئے راستے کھول دیتا ہوں۔ ان کی مدد کرتا ہوں اسے صحیح راستہ سمجھا دیتا ہوں تو صرف رسم کے طور پر نہ بیٹھا رہے بلکہ اپنا محاسبہ کرے۔ گذشتہ زندگی کو سامنے لائے، کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں آئندہ نیکی کی توفیق طلب کرے، گناہ سے بچنے کی توفیق طلب کرے سب کچھ اسی کی بارگاہ سے ملتا ہے اور پھر یہ ایسے ہے جیسے کوئی بندہ سارے جہاں سے فارغ ہو کر صرف اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہے اپنی گذارشات پیش کر رہا ہے اپنے لئے معافی کا طالب بھی ہے اپنے لئے توفیق عمل کا طالب ہے وہ جسے سنہری موقع کہنا چاہیے۔ یہ اللہ کی عطا ہے اس نے توفیق دی۔ کتنے لوگ پچھلے سال اعتکاف میں تھے اب نہیں ہیں، اس بار ہمیں نصیب ہے کس کے پاس گارنٹی ہے کہ اگلے اعتکاف تک ہو گا کہ نہیں ہو گا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ کافر

قیامت کو بہت دور سمجھتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ؕ (سورۃ المعارج آیت 7) میں نے اسے بہت قریب رکھا ہے۔ یہ دنیا کے لمحات پل بھر میں گزر جاتے ہیں یہ اللہ کریم کا عجیب نظام ہے۔ اگر آج ہمیں کوئی کہے کہ میں آپ کا کام دس سال بعد کروں گا تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے کہ دس سال بعد؟ یہ تو تم نے انکار کر دیا، نہ کرنے والی بات کی اور ستر اسی سال عمر گزر چکی ہو اور بندہ پیچھے دیکھے تو پتہ چلتا ہے کل کی بات ہے۔ یہ دنیا کا وقت جب آ رہا ہو تو بڑا پہاڑ لگتا ہے۔ اور بندہ پیچھے دیکھے تو کہتا ہے کل تو میں سکول جاتا تھا۔ بچہ تھا۔ والدین کا سایہ نصیب تھا، کھیل کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ تو ساٹھ ستر برس بیت گئے تو لگتا ہے یہ کل کی بات ہے اسی طرح عمر گزر جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وقت تو تھوڑا ہی تھا۔ میدان حشر میں پوچھا جائے گا کتنا وقت گزارا دنیا میں تو کہیں گے یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ دن یا دن کا کچھ حصہ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ۝۱۱۳ (سورۃ المومنون آیت 113) جنہیں کوئی گنتی آتی ہے ان سے پوچھ ہمیں تو گنتی بھی بھول گئی ہے۔ ارشاد ہوگا واقعی دنیا میں تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو۔

یہ چند دنوں کی بات ہے۔ یہی ادارہ بن رہا تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ اب وہ باتیں گزرے پچیس چھبیس سال ہو گئے کوئی سمجھ نہیں آتی جس طرح مٹھی سے ریت گرتی ہے وقت ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ سو میرے بھائی! پورے خلوص سے پورے خشوع خضوع سے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے۔ جو زندگی باقی ہے وہ اپنی یاد میں زندہ رکھے توفیق عمل عطا کرے نیکی کی توفیق عطا کرے دنیا بھی اللہ کا ایک نظام ہے اس میں بھی حسن معیشت، حسن اخلاق، حسن معاشرت کی ضرورت ہے۔ میں اگلے دن نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد پاک پڑھ رہا تھا کہ جس پر زیادہ عطا ہوگی وہ حسن اخلاق پر ہوگی۔ اب اخلاق ہی یہاں سے اٹھ گیا ہے۔ عجیب بات ہے رمضان شریف کے مہینے میں بھی یہ خبر ضرور آتی ہے فلاں جگہ بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا۔ یہ کیا ہو گیا ہے لوگوں کا احساس گناہ ہی مر چکا ہے۔ ہر شہر میں قتل عام ہو رہا ہے۔ گولیاں چل رہی ہیں، کوئی پرواہ نہیں کرتا اسی طرح ڈاکے پڑ رہے ہیں، اسی طرح لوٹ مار ہو رہی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا حالانکہ سارے شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ شاید اس دور کے انسان خود مجسم شیطان بن گئے ہیں۔ جنوں میں سے شیطان ہیں، انسان بھی شیطان بن جاتے ہیں۔ تو اب جو جرائم ہو رہے ہیں اس میں تو آسان سا طریقہ ہے جو غلطیاں ہم کرتے ہیں شیطان پہ لگا دیتے ہیں تو اب تو اس پہ الزام نہیں لگایا جا سکتا اس کا مطلب ہے لوگ خود شیطان بن گئے ہیں۔

یہ ایک مشکل وقت ہے یہ بھی وقت آ گیا ہے کہ بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے کمال ہے بھئی اسے اس لئے پالا پوسا تھا، اس لئے محنتیں کی تھیں، اس لئے بھوکا رہ کر اس کو کھلایا۔ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگ آوارگی میں، بے دینی میں کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہم سنگریزے اکٹھے کر رہے ہیں رات دن محنت کر رہے ہیں کہ کچھ لوگ تو ایسے بن جائیں جنہیں دیکھ کر کہا جا سکے کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہوں گے مسلمان جن کی بات ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں تو ساری محنت کا حاصل یہ ہے کہ اتباع رسالت کی چھاپ لگ جائے۔ بندے کے اخلاق و اطوار، اس کے لین دین، اس کے کاروبار، اس کی عبادات سے پتہ چلے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا امتی ہے۔ اپنے آپ کو بندہ اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے باقی نظام تو اللہ کریم کا ہے۔ دنیا تو چل رہی ہے۔ چلتی رہے گی۔ اس سے برے حالات بھی دنیا میں آئے، تبدیلیاں بھی آئیں، ظلم بھی انتہا کو پہنچا، کبھی کسی چیز کو دوام نہیں، ظلم ہمیشہ نہیں رہتا۔ ظلم کی عمر کم ہوتی ہے۔ تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ بندے کو اپنے زمانے، اپنے عہد اپنے حالات سے سابقہ ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنا معاملہ اپنے حالات میں درست رکھے۔ سنورنے کا بہترین موقع ہے اعتکاف۔ یہ رمضان کا آخری عشرہ پھر سنت اعتکاف بہت بڑا احسان ہے، جس نے توفیق بخشی، سنت کے

مطابق کریں اور اللہ کریم سے دعا کیجیے اپنے لئے ساتھیوں کے لئے، اپنے بال بچے، رشتہ داروں کے لئے، قوم وملک کے لئے، اللہ کریم مشکل حالات کو آسانیوں میں بدل دے۔ توفیق عمل عطا کرے اور گناہ سے بچنے کی توفیق دے۔ اس بے نیاز کی بارگاہ میں کوئی ضروری نہیں کہ بڑے بڑے وفدوں کی بات سنی جائے۔ وہ کسی چیونٹی کی بھی سن لے اور چاہے تو سب کی نہ سنے۔ وہ اس کی اپنی حکمت ہے اور اس کی حکمت بالغہ خود کام کرتی ہے۔ وہ سنتا ہے لیکن دعا کرنا بہترین عبادت ہے، تو دعا کیجیے، ان حضرات کے لئے بھی جن کی عمر بھر کی محنتوں کے صدقے ہمیں اللہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ وہ سب سے پہلے ہماری دعاؤں کا استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ بھی شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے ایک سلیقہ ہے کہ اللہ سے دعا کی جائے۔ اللہ کریم آپ سب کی محنت قبول فرمائے۔

اور عملی زندگی میں مثبت تبدیلی عطا کر دے علماءِ حق فرماتے ہیں گنہگار بیمار ہوتا ہے، اہل علم علماءِ حق علماءِ ربانیین گواہ ہیں ان کی باتیں سننے سے ان کی توجہ سے انسان شفایاب ہو جاتا ہے یعنی گناہ سے بچ جاتا ہے تو یہ سب دوا ہے علاج معالجہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ میں اعتکاف میں آیا تھا تو میرا مزاج کیسا تھا؟ اللہ نے توفیق دی سعادت بخشی کوئی تبدیلی آئی؟ مزاج میں کوئی اچھی تبدیلی آئی؟ کیفیات میں تبدیلی آجاتی ہے، چیزیں محسوس کرنے میں تبدیلی آجاتی ہے، اطاعت الٰہی پہ کیف وسرور نصیب ہوتا ہے غلطی ہو جائے تو دکھ محسوس ہوتا ہے، اللہ کریم توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، میں تو سب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم بخیر وخوبی سنت کے مطابق اعتکاف کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قبول فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شوال کے روزے

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (رواہ مسلم)

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (راہ ابن ماجہ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ ایسا ہوگا جیسے پوری عمر روزے رکھے۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اس کے لئے پورے سال کے روزے ہوں گے۔ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے (اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اسے) دس نیکیوں کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔

فائدہ: تیس روزے رمضان کے اور چھ شوال کے کل چھتیس روزے ہوئے۔ اگر انتیس کا مہینہ ہوا۔ تب بھی اللہ تعالیٰ اجر وثواب تیس کا عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے کریمانہ اصول فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق 36 روزے اجر وثواب کے لحاظ سے 360 روزے ہوئے اور قمری حساب سے پورے سال کے دن 360 سے کم ہی ہوتے ہیں لہٰذا پورا سال روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اور ہر سال روزے رکھتا رہا تو گویا پوری زندگی روزے رکھتا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے (ایک اور موقع پر) ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جائے گا جیسا کہ اس کی ماں نے آج جنا ہو۔ (ترغیب ۲: ۱۱۱)

وضاحت: یہ روزے شوال کے مہینے میں پورے کرنے ہوتے ہیں مسلسل رکھنا ضروری نہیں۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ عید کے بعد دوسرے دن کم از کم ایک روزہ رکھ لے یہ غلط ہے۔ اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کئے تب بھی ثواب ملے گا۔

ہر گُلِ را رنگ و بوئے دیگر است

فیض الرحمٰن
اسلام آباد

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، مولانا فخر الدین صاحب چشتی اور مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے چاہا کہ ان کا امتحان لینا چاہیے کہ درویشی میں کس کا مرتبہ بڑا ہے یہ شخص پہلے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے یہاں دعوت ہے قبول فرمائیں۔ اور نو بجے دن کے وقت میرے غریب خانہ پر خود تشریف لے آئیں۔ میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا: بہت اچھا۔ اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ساڑھے نو بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔ یہاں سے اٹھ کر یہ شخص حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا۔ پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آئیں۔ تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمالی۔

اگلے روز اوّل نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے اس شخص نے ان کو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا۔ ساڑھے نو بجے مولانا فخر الدین صاحب تشریف لائے۔ ان کو دوسرے مکان میں بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے ان کو تیسرے مکان میں بٹھایا۔ غرض تینوں حضرات کو علیحدہ علیحدہ مکانوں میں بٹھایا کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ جب تینوں حضرات بیٹھ گئے تو یہ شخص پانی لے کر آیا، ہاتھ دُھلائے اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی کھانا لے کر آتا ہوں۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ لیکن اس شخص نے خبر نہ لی۔ آکر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون چلا گیا اور کون بیٹھا ہے۔ جب ظہر کا وقت ہوگیا تو اس نے سوچا کہ مہمانوں نے نماز بھی پڑھنی ہے۔ اوّل شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہوگئی تھی۔ اس لئے کھانے کا انتظام نہ ہوسکا۔ دو پیسے نذر کئے اور کہا کہ ان کو قبول فرمائیے۔ شاہ صاحب نے خوشی سے لے لئے۔ اور فرمایا کیا مضائقہ ہے بھائی گھروں میں اکثر ایسے ہوہی جاتا ہے، شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ یہ فرما کر چل دیئے۔ پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور دو پیسے نذر کئے۔ مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھروں میں ایسے قصے پیش آجاتے ہیں اور کھڑے ہوکر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا۔ دو پیسے کی نظر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے۔ دونوں کو رخصت کرکے یہ شخص حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور وہی عذر کرکے دو پیسے نذر کئے مگر مرزا صاحب ناخوش ہوئے اور یہ کہا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا کیونکہ شاہ صاحب اس وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخر الدین صاحب اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچاتے اپنی نسبت کچھ نہیں کہتا کہ میں کیا کرتا۔ مگر تو نے ان حضرات کو ان دینی خدمات سے روک دیا۔ خبردار آئندہ ایسے نہ کرنا۔

اس واقعہ کے بارے میں مختلف حضرات نے اپنے اپنے انداز میں تبصرے کئے۔ حضرت امداد اللہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات بہت انکساری کی ہے۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات بڑھی ہوئی ہے کہ ان کے نفس نے اصلاً حرکت نہ کی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کی بات بڑھی ہوئی ہے۔ عدل کا تقاضا یہی ہے جو مرزا صاحب نے فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نزولِ قرآن کی رات

27 رمضان
18-09-09

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾

ارشاد باری ہے ہم نے اس کتاب حکیم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا لیلۃ القدر کی عظمت یہ ہے کہ یہ ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں اپنے پروردگار کے حکم سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور الروح بھی بعض مفسرین نے اس سے مراد حضرت جبرائیل روح الامین کا تشریف لانا لکھا ہے بعض نے کہا ہے کہ روح الامین کے علاوہ نجات یافتہ مومنین کی ارواح بھی نازل ہوتی ہیں۔ مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ اس میں ہر طرح کی ہر صورت کی اور ہر پہلو سے سلامتی موجود ہوتی ہے هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾ اور اس رات میں مغرب سے طلوع فجر تک اللہ کی رحمت لٹائی جاتی ہے۔

نزول قرآن کے بارے دوسری جگہ ارشاد فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْءَانُ (سورۃ البقرہ 185) رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ایک اور جگہ فرمایا إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾ (سورۃ الدخان) یہ بہت برکت والی رات ہے جس میں سال بھر کے تمام امور کے فیصلے ان فرشتوں کے سپرد کردیئے جاتے ہیں جن کی ان امور کو انجام دینے کی سال بھر ذمہ داری ہوتی ہے۔ بعض حضرات نے اسے شعبان کی پندرھویں شب کو منانے کا اہتمام کیا ہے لیکن مفسرین کی رائے میں یہ آیہ مبارکہ شعبان کی کسی رات کے بارے نہیں بلکہ لیلۃ القدر ہی کے بارے میں ہے۔ اس مبارک رات میں اللہ کریم نے قرآن حکیم کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر جو بیت اللہ ہے اس میں نازل فرما دیا اور یہ وہاں سے تیئس برسوں میں جستہ جستہ ضرورت کے مطابق اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا نزول قرآن کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے لیکن ہم رسمیں منانے کے اتنے عادی ہوگئے ہیں کہ نزول قرآن کی رات کو بھی اب جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ کہاں اللہ کے کلام کی عظمت اور کہاں یہ رسومات! جب سے روح دین سے بے اعتنائی برتی گئی تب سے عظمت قرآن نظروں سے اوجھل ہوگئی جشن جلسے جلوس کی صورت میں من مانی کاروائیاں رہ گئیں یہ تبدیلیاں ہمارے دیکھتے دیکھتے آنا شروع ہوئیں مثلاً ہمارے لڑکپن میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن بارہ ربیع الاول کو منایا جاتا تھا اور ہمارے دیہاتی اسے بارہ وفات کہتے تھے چونکہ حضور اکرم ﷺ کا وصال بھی اسی دن ہوا جس دن حضور اکرم ﷺ

کی ولادت مبارک ہوئی تو اسی ایک دن کو دونوں موقعوں کی رعایت سے بارہ وفات کہا جاتا رہا اس میں ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ پکاتا اور گھروں میں بانٹا جاتا پھر اسے عید بنایا گیا اور عید میلادالنبی کے نام پر بہت سی رسومات رائج ہوگئیں پھر بھی جب تک عید عید میلادالنبی رہی تو اس کی کچھ حدود و قیود تھیں عید چونکہ اسلامی تہوار ہے تو اس میں کچھ تھوڑا سا ادب واحترام کا پہلو تھا کسی نے ختم القرآن کرا دیا کسی نے دیگ پکا کر بانٹ دی پھر جب حالات بگڑے تو عید سے جشن عید میلادالنبی بن گیا۔ جشن ایک ایسے میلے کو کہتے ہیں جو کسی خوشی کے اظہار کے لئے منعقد کیا جاتا ہے لیکن جس کی کوئی حدود و قیود نہیں ہوتیں یعنی ہر بندہ اپنی خوشی کا اظہار جس طرح چاہے کرے اسے جشن کہا جاتا ہے خواہ مذاق کریں شور شرابا کریں دھکم پیل ہو نعرے بازی ہو غرض ہر قسم کی حدود و قیود سے بالاتر ہو۔ تو جشن کا لفظ جب عید میلادالنبی ﷺ کے ساتھ جوڑ دیا گیا تو پھر اس کا اظہار یوں ہوا کہ کسی نے ٹریکٹر پر لاؤڈ سپیکر لگا رکھا ہے کوئی عربی لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہے کسی نے شیعہ حضرات کی طرح روضۂ اطہر کا تعزیہ بنالیا ہے بعض جگہ گھوڑا گاڑی کھینچتے ہیں جسے ہندو رتھ کہا کرتے تھے اس پر چار کرسیاں خلفائے راشدین کے لئے رکھتے ہیں ایک نبی کریم ﷺ کے لئے اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور خلفائے راشدین بیٹھے ہوئے ہیں ایسی عجیب وغریب رسمیں ہوتی ہیں جن کا دین سے تعلق ہے نہ عقائد و نظریات سے مطابقت۔ دن منانے میں کم از کم ان حدود و قیود کا تو خیال رکھا جائے جو دین کی عظمت کے لئے ضروری ہیں لیکن ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں کل رات بھر ملک میں جشن نزول قرآن تھا۔

نزول قرآن کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے یہ نبی کریم ﷺ کا زندہ و جاوید معجزہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو معجزات عطا ہوئے تا کہ انبیاءؑ کی حقانیت ثابت ہو۔ اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عقل انسانی کو عاجز کر دیتا ہے۔ معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جو نبیؑ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور نبیؑ کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے اسی معجزے کی فرع کرامت کہلاتی ہے جو با اتباع نبی ولی سے صادر ہوتی ہے وہ نبیؑ کا اتنا متبع ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام سے اخذ کرتا ہے کرامت بھی اللہ کا فعل ہے جو صادر ولی اللہ کے ہاتھ پر ہوتا ہے اسے ولی کی کرامت کہتے ہیں اس کا مقصد بھی کسی کی بڑائی ثابت کرنا نہیں ہوتا بلکہ دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنا ہوتا ہے کرامات کسی تماشے کے لئے نہیں ہوتیں دین کی سربلندی کے لئے ہوتی ہیں۔ اکثر کتابیں جن میں اولیاء اللہ کی کرامات لکھی ہوتی ہیں ان کے لکھنے والے عموماً فن تصوف و تزکیہ سے واقف نہیں ہوتے اس لئے کرامات کے نام پر عجیب وغریب قصے کہانیاں لکھی گئی ہوتی ہیں ورنہ کرامت کا اصل مفہوم یہی ہے کہ نبیؑ کو ذاتی طور پر اللہ سے براہ راست جو معجزہ ملتا ہے کرامت اس کی فرع ہوتی ہے یہ اللہ کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہو کر کرامت کہلاتا ہے اور ولی کو باتباع نبی اور نبیؑ کے طفیل یہ قوت نصیب ہوتی ہے دراصل کرامت بھی نبیؑ کا ہی کمال ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔

ہر نبیؑ کو جو معجزات عطا ہوئے وہ اپنے زمانے کے حساب سے عطا ہوئے جس نبیؑ کے زمانے میں جو علوم اپنے کمال کو پہنچے ہوئے تھے اس کے مطابق انہیں معجزات عطا ہوئے مثلاً موسیٰؑ کے زمانے میں جادوگری اپنے کمال پر تھی اللہ کریم نے انہیں یہ معجزہ دیا کہ لاٹھی پھینکی تو بہت بڑا اژدھا بن گیا اور پوری قوم لاجواب ہوگئی۔ یہ چھوٹی سی لاٹھی عجیب وغریب کام انجام دیتی تھی کوئی سوا پانچ فٹ کی ہوگی ابھی تک ترکی کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ دو شاخہ لاٹھی ہے اس کی تصویر میرے پاس موجود ہے۔ دیکھنے میں عام سی لاٹھی ہے لیکن وقت پڑنے پر محیر العقول کام انجام دیتی رہی جادوگروں کی ہزاروں

من لکڑیوں اور رسیوں کو نگل گئی پھر جب حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ میں پکڑا تو واپس عصا بنا گئی اس لاٹھی کو پتھر پر مارا تو چشمے جاری ہو گئے سمندر پر مارا تو سمندر میں راستہ بن گیا۔ اندھیرا ہوتا تو موسیٰؑ اسے زمین میں گاڑ دیتے تو اس کی روشنی پورے میدان کو منور کر دیتی تھی پانی نکالنا ہوتا تھا تو ڈول لٹکا کر کنوئیں میں ڈال دیتے جتنا گہرا کنواں ہوتا وہاں تک چلا جاتا اور پانی لے آتا اس ایک لاٹھی میں اور بھی بہت سے معجزات اللہ نے رکھ دیئے۔ عیسیٰؑ کا دور طب کا اور حکمت کے عروج کا دور تھا اللہ نے عیسیٰؑ کو مسیحائی معجزہ عطا فرمایا آپ پیدائشی امراض کو اللہ کے حکم سے شفا بخش دیتے تھے۔ طب میں کوئی علاج نہ تھا ان کو اللہ کے حکم سے شفایاب کر دیتے تھے مادر زاد اندھے اور دوسرے پیدائشی امراض کو آسانی سے شفایاب کر دیتے تھے اس کے علاوہ کسی بھی قبر پر کھڑے ہو کر کہتے کہ قم باذن اللہ یعنی اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جاتا تھا تو طبیب کہاں مردے کو زندہ کر سکتا تھا اسی طرح مٹی کا پرندہ بناتے اور اسے اللہ کے حکم سے زندہ کر دیتے پرندہ زندہ ہو کر اڑ جاتا اس میں طبیب کیا کریں۔

نبی کریم ﷺ کی ذات عالی کے معجزات میں وہ تمام معجزات بھی یکجا تھے جو تمام انبیاءؑ کو علیحدہ علیحدہ عطا ہوئے اور اس سے زیادہ معجزات عطا ہوئے جن کا شمار ممکن نہیں۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کھجور اور مٹی سے ہوئی تھی جب بارش ہوتی تو چھت سے پانی ٹپکتا ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ سجدے میں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر گیلی مٹی لگ گئی سیدنا فاروق اعظمؓ نے تجویز پیش کی کہ فرش پر کنکر بچھا دیتے ہیں اور پھر فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں۔

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے وقت محراب مسجد کے ساتھ کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے منبر بنانے کی تجویز پیش کی اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی لکڑی کا منبر بنا کر مسجد نبوی ﷺ میں رکھا گیا اس کی تین سیڑھیاں تھیں جمعہ کے روز حضور اکرم ﷺ خطبے کے لئے جلوہ افروز ہوئے اور خشک تنے کے بجائے منبر کی طرف تشریف لے گئے تو بخاری شریف میں یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے کہ وہ خشک کھجور کا تنا جس کا نام حضور اکرم ﷺ نے حنانہ رکھا تھا وہ اس طرح چیخیں مار کر رویا کہ حضور اکرم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اسے گلے سے لگایا، اس پر دست شفقت پھیرا، اسے حوصلہ دیا اور وہ ہچکیاں لیتا لیتا آہستہ آہستہ خاموش ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے یہاں سے نکال کر دفن کر دو یہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا اور جنت کے درختوں میں اسے شامل کیا جائے گا۔ سو لاٹھی کا اژدھا بننا بھی بڑا معجزہ ہے لیکن لکڑی کا لکڑی رہ کر محبت کے ان پاکیزہ جذبوں سے آشنا ہونا جن سے اکثر انسانوں کے دل آشنا نہ ہو سکے اس لکڑی میں وہ جذبہ لطیف پیدا ہو گیا اور ہجر کا اتنا درد محسوس کیا کہ وہ بلک بلک کر رو دیا۔

موسیٰؑ کا معجزہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں یوں یکجا ہوا کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے پانی ختم ہو گیا وقت صلوٰۃ آ گیا پورے قافلے میں پانی کا نام و نشان نہ ملا کسی کے پاس پینے کے لئے بھی پانی نہیں تھا جانور بھی پیاسے تھے اور انسان بھی عرض کی گئی کہ حضور ﷺ قافلے میں پانی ختم ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس قلیل مقدار میں بھی پانی ہے وہ قافلے سے اکٹھا کر کے لے آؤ۔ کئی چھاگلوں کو اکٹھا کر کے قطرے جمع کر کے ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی اکٹھا کیا گیا وہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے دست مبارک اس میں رکھ دیا بخاری شریف میں موجود ہے کہ انگشت ہائے مبارک سے پانی یوں جاری ہوا کہ پورے قافلے نے سیر ہو کر پیا تمام لوگوں نے وضو کیا اونٹوں،

گھوڑوں، جانوروں کو پلایا گیا تمام مشکیزے بھر لئے گئے پانی ذخیرہ کرنے کے بعد بھی یوں لگتا تھا جیسے چشمے جاری ہو گئے ہیں تب صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اب مزید پانی ذخیرہ کرنے کے لئے کوئی شے نہیں بچی تب آپ ﷺ نے دست مبارک پیالے سے باہر نکال لیا۔

آپ ﷺ کے معجزات کی کیا شان ہے انگلی کا اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا آدھا چاند ایک طرف دوسرا آدھا دوسری طرف پھر واپس جڑ گیا جس کے جڑنے کا نشان آج تک موجود ہے۔

ابو جہل کے ہاتھ میں پتھر تھے اس نے بند مٹھی کے بارے کہا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں تو بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں بتاؤں تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو تیری مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں؟

لا الہ گفت الا اللہ گفت جو ہر آمد رسول اللہ سفت

ان پتھروں نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ کے معجزات کبھی شمار نہیں کئے جا سکتے۔ بندہ کس کس کی بات کرے گا ایک ایک معجزے کی بات کریں اور زندگی بھر کریں تو وہ بات ختم نہ ہو چاند شق ہوا، کنکریوں نے کلمہ پڑھا، انگشت مبارک سے چشمے جاری ہوئے معراج نصیب ہوا، ستون حنانہ بلک بلک کر چیخ چیخ کر رویا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس سوکھی لکڑی کے وجود میں وہ لطیف جذبات واحساسات پیدا ہو گئے جس سے انسانیت میں سے لوگ محروم رہے گیا کمال تھا اس سوکھی لکڑی میں؟ یہی کہ اس کے وجود کو رسول اللہ ﷺ کا لمس اطہر نصیب ہوا تھا! سبحان اللہ!

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ روحانی بیعت کیا ہے؟ روح کیسے بیعت کرتی ہے؟ کیا سمجھتے ہو اس روح کو جس نے دست اقدس کا بوسہ لیا۔ انسانی روح تو انسانی روح ہے اس کی فضیلت کیا جانو! ستون حنانہ تو خشک لکڑی تھی جو مس ہو گئی وجود اطہر ﷺ سے تو اس میں کیا احساسات پیدا ہو گئے مولانا رومی فرماتے ہیں

استن حنانہ در ہجر رسول
نالہ ہامی زد چو اصحاب عقول

اتنے عظیم معجزات میں سے اللہ کریم نے جس معجزے کو چنا وہ قرآن حکیم ہے۔ جب لیلۃ القدر کی بات ہوتی ہے تو نزول قرآن کی بات ہوتی ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کہ یہ کلام الہی لیلۃ القدر میں نازل ہوا تمام معجزات میں سے اس معجزے کا ذکر خیر فرمایا اس لئے کہ باقی سارے معجزات موجود لوگوں نے دیکھے اور بعد میں آنے والی مخلوق نے ان کے بارے سنا لیکن قرآن حکیم وہ معجزہ ہے کہ قیامت تک آنے والا ہر انسان اسے دیکھتا چلا جائے گا یہ زندہ و جاوید ہے کوئی اسے ختم نہیں کر سکتا، کوئی اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا، کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور اللہ نے اعلان کر دیا کہ اگر سچے ہو تو اس جیسا کوئی ایک جملہ لکھ کر لے آؤ اور صرف انسان ہی نہیں انسانوں، جنوں اور ساری مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہو جمع کر لو سارے مل کر زور لگا لو تو بھی یہ کام نہ کر سکو گے۔ پندرھویں صدی آ گئی قرآن کا اعلان موجود ہے کہیں سے جواب نہیں آیا بڑے بڑے ادیب، دانشور، قلمکار، بڑے صاحب علم، اہل زبان، بڑے بڑے عالم دنیا سے گزر گئے کوئی اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ یہ علم ایسا خزانہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے بارے انسان جو کچھ جان سکتا ہے وہ صرف اس کتاب میں موجود ہے۔ تخلیق الہی کا جتنا علم انسان کے لئے حاصل کرنا ممکن ہے وہ اس کتاب میں موجود ہے۔ جنگ عظیم 1900ء کے آخری پچاس سالوں میں ختم ہوئی دنیا میں بہت بڑی تبدیلی آئی تیل کے ذخائر دریافت ہوئے استعمال ہوئے سائنسی ترقی ہوئی، طب کے شعبے میں بھی بہت کام ہوا۔ بہت سی تحقیقات ہوئیں اور کمال تحقیق منظر عام پر یہ آئی کہ انسان کی تخلیق مرد و عورت کے نطفے سے ہوتی ہے پھر اس کی مرحلہ وار نشوونما کو پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جان لیا گیا اسکے لئے بے

شمار تحقیقات اور تجربات و مشاہدات کیئے گئے ان مسلسل تجربات و تحقیقات کے بعد طب کے ماہرین نے جس رازِ فطرت کو آشکار کیا وہ چودہ سو سال پہلے حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب الٰہی میں پہلے سے موجود ہے اللہ کریم نے اپنے نبی کریم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے اس کی مکمل تفصیل بیان کروادی جس وقت قرآن حکیم نے یہ بتایا اس وقت نہ کوئی مشین تھی نہ ایکسرے نہ سائنس نہ میڈیکل سائنس یہ صرف ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ قدم قدم پر ہونے والی جتنی ایجادات ہیں ان کی بنیاد میں جو اصول ہیں وہ سب قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں موجود ہیں۔

آج چھری کانٹے سے کھانا تہذیب کی علامت سمجھا جاتا ہے لیکن کیا ہمیں پتہ ہے کہ اہل مغرب کے غیر مسلم چھری کانٹے سے کیوں کھاتے ہیں؟ برفانی ممالک میں سردی کے باعث یہ برسوں نہیں نہاتے تھے آج بھی گندگی کو ناپسند نہیں کرتے آج بھی ایسے ہی ہیں مارگریٹ تھیچر جب برطانیہ کی وزیر اعظم تھی تو اس نے اپنے ایک انٹرویو میں فخر سے بتایا تھا کہ "مجھے غسل کیے 26 سال ہو گئے ہیں" جب انہوں نے چھری کانٹا ایجاد کیا اس وقت ان کے ہاتھ اتنے گندے ہوتے تھے کہ یہ ان ہاتھوں سے کھا نہیں سکتے تھے۔ آج یہ چھری کانٹے سے کھانے والے سائنسدان اس نتیجے پر پہنچے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے امت کو سکھا دیا تھا آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کھانا ہاتھ سے کھاؤ تین انگلیوں اور انگوٹھے کو سالن میں ڈبو کر کھاؤ اور انگلیوں کو دھونے سے پہلے چوس کر صاف کر لو۔ آج اہل مغرب ہمیں اپنی دریافت بتاتا ہے کہ کھانا انگلیوں سے کھانا چاہیے کہ انگلیوں کے سروں میں ایک مادہ پیدا ہوجاتا ہے جو کھانا ہضم کرنے کی بہترین دوا ہے۔ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے فضائل اور ان کی اہمیت پر بات کرتے چلے جائیں تو ہمارا یہ تھوڑا سا وقت جو منٹوں پر محیط ہوتا ہے وہ اسی میں گزر جائے گا۔

لیلۃ القدر نزول قرآن کی رات ہے یہ جشن کی رات نہیں، یہ رات وعدہ کرنے کی رات ہے اس وعدے کی رات ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آیا ہے سمعنا واطعنا یا اللہ ہمارے پاس تیرا کلام پہنچ گیا ہے ہم وعدہ کرتے ہیں اس کی پوری اطاعت کرنے کی ہم پورے خلوص دل سے کوشش کریں گے۔ تو نزول قرآن زندگی کا سودا ہے جشن کی بات کوئی نہیں یہ تو زندگی کا سودا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہر ملک میں قوانین بنتے ہیں اور بڑے فاضل لوگ قوانین بناتے ہیں، جب اس کو نافذ کرتے ہیں تو اس میں بہت سی ترامیم کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے جبکہ یہ قوانین صرف ان ملکوں کے لئے ہوتے ہیں ان کی اپنی ریاست کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہوتے ہیں تو وہ کون تھا؟ ﷺ جس نے عرب کے صحرا میں بیٹھ کر زندگی کے سارے قانون مرتب کر دیئے اور اقوام عالم کے لئے کر دیئے روئے زمین کے ہر علاقے کے لئے کر دیئے اور قیامت تک کے لئے کر دیئے اور اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہی نہ رہی۔ قانون الٰہی کی یہ کتاب قرآن حکیم ہے۔ آج جشن نزول قرآن منانے والے جشن تو مناتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اس کے قوانین قابل عمل نہیں کتنی عجیب بات ہے کہ حکمران جس کتاب کے قانون کے بارے کہتے ہیں کہ اس کی بتائی ہوئی باتیں ماننے کے قابل نہیں اسی کا جشن مناتے ہیں یہاں تک کہ ہمارے ملک کی ایک وزیر اعظم نے کہا تھا جنہیں لوگ اب شہید کہتے ہیں کہ "اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں" معاذ اللہ اس سے بڑی گالی اللہ کی کتاب کو، اللہ کے نظام کو اللہ کے نبی علیہ السلام کو کوئی دے گا۔ کسی نظام کو وحشیانہ کہا جائے تو وہ نظام کی توہین ہے نظام لانے والے کی توہین ہے اور نظام بنانے والے کی توہین بھی ہے لیکن اسی ملک میں یہ بات کہی گئی اور پھر لوگوں نے ایسا کہنے والوں کو ووٹ بھی دیئے اور لوگ اب تک ایسا کہنے والوں کے نام پر ووٹ لے بھی رہے ہیں

اور یہ ووٹ جشن نزول قرآن منانے والے دے بھی رہے ہیں۔ عجیب قوم ہے! اور عجیب لوگ ہیں!

قرآن کریم ایسی عظیم کتاب ہے کہ دنیا و آخرت کے سارے راز اس میں موجود ہیں اس کی تفاسیر ڈھائی لاکھ کے قریب وہ ہیں جو طبع ہوئیں اور جو لکھی گئیں اور طبع نہ ہو سکیں ان کی تعداد کسی کے علم میں نہیں۔ جس کتاب کی تفسیر میں ڈھائی لاکھ کتابیں لکھی گئیں اور اتنے لوگوں نے اس کی تفسیر لکھ دی تو پھر باقی کیا بچا ہوگا کہ اب پھر تفسیر لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہم آج بھی کوئی آیت پڑھتے ہیں تو اس میں سے نئی بات بالکل آتی ہے اس کے علوم کی انتہا نہیں! ہم لوگ تو متقدمین کی خاکِ پا بھی نہیں ہیں بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے علوم کی انتہا نہیں ہے آج تک مفسرین نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق جھولیاں بھر بھر کے عوام میں لٹائیں اور اس کے خزانے کم نہیں ہوئے جب بھی کوئی نیا غوطہ لگاتا ہے تو وہ موتیوں سے جھولی بھر کر لے آتا ہے اور اس کا اہتمام رب جلیل نے خود فرمایا ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا جس رات میں اس کلام کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اس ایک رات کو اگر کوئی میری یاد میں بسر کرے گا تو کم از کم اجر میں اسے جو دوں گا وہ ایک ہزار مہینے سے زیادہ ہوگا۔ ایک ہزار مہینے کے برابر نہیں فرمایا بلکہ ہزار مہینے سے زیادہ ایک ہزار ماہ چوراسی سال سے کچھ اوپر بنتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی ایک وضو میں چوراسی برس دن رات بغیر کچھ اور کام کئے صرف اللہ کی عبادت کرتا رہے تو اس ایک رات کی عبادت اس سے زیادہ بہتر ہے۔ ہر ایک کا خلوص اپنا ہے، کون کتنے گنا زیادہ پالیتا ہے یہ خلوص پر ہے۔ کس نے کتنا پایا؟ جتنا اس کا خلوص تھا جتنی اس کی محنت تھی جتنا اس کے دل میں درد تھا اتنا اس نے پالیا کیا پایا؟ یہی کہ اپنی رائے سے دستبردار ہو گیا خود کو بیچ دیا اپنی عقل و شعور کو اس کے صحیح مصرف پر لگایا زندگی قرآن کے لئے ہار دی اب جو ہوگا وہ وہی ہوگا جو کتاب کہے گی بھائی سے تعلق بیوی سے رشتہ اولاد کی محبت والدین کی خدمت دوستوں کی دوستی، دشمنوں کی دشمنی، صلح و جنگ، کاروبار، تجارت جینا مرنا اب یہ میری رائے سے نہیں ہوگا جو یہ کتاب الٰہی کہے گی وہی کروں گا۔

جسے یہ نصیب ہوگیا اس نے لیلۃ القدر پالی۔ اور لیلۃ القدر شب قدر کس نے پائی؟ جس کا سودا ہوگیا جس نے اپنی مرضی کتاب الٰہی کے سامنے چھوڑ دی اور اگر یہ سودا نہیں ہوا تو پھر ایک رسم ہے جہاں بے شمار اور رسوم ہیں ان میں یہ ایک رسم اور سہی۔ اتنی رسموں میں ایک رسم کا اور اضافہ ہوگیا تو کیا فرق پڑا!

شب قدر کا مزا تو جب ہے کہ کوئی کیسا بھی گناہگار تھا، جاہل و بیوقوف تھا، خطا کار تھا اسے شب قدر ملی تو وہ اللہ کا بندہ بن گیا، اس کی سوچ بدل گئی اس کے فیصلے بدل گئے وہ انسان ہی بدل گیا۔ اگر کتاب الٰہی کے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر آنے میں اتنی وجاہت ہے یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر بنادی گئی تو جب یہ زمین پر نازل ہونا شروع ہوئی اور جس ہستی ﷺ پر نازل ہونا شروع ہوئی تو اسکی ہستی اور اس کی عظمت کیا ہوگی! اور تئیس برس جس وجود عالی اور جس قلب اطہر ﷺ پر نازل ہوتی رہی اس کی عظمت کیا ہوگی کیا ہم اس سے وفا کر رہے ہیں؟ یعنی اگر یہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر آتی ہے تو اللہ فرماتا ہے میں نے رحمتیں انڈیل دیں بخششیں لٹا دیں اس لئے کہ یہ میرا ذاتی کلام ہے میرا علم ہے اور آسمان دنیا پر پہنچا ہے۔ یہ اتنی بڑی بات تھی کہ ان لمحات کو میں نے سالوں سے زیادہ اہم بنا دیا تو جب یہ آسمان دنیا سے قلب اطہر میں آیا قلب اطہر سے زبان مبارک پر آیا، زبان مبارک سے کتاب میں منتقل ہوا، لوگوں کے دلوں میں اترا، لوگوں کے کانوں نے سنا تو کس شان اور کس عظمت کس رحمت اور کس کرم کا حامل ہوا کہاں بندہ مشتِ غبار اور کہاں رب العالمین کا کلام تو اس کا ہر ہر لمحہ اپنی شان میں عظیم تر ہوتا

چلا جائے گا! لیکن کیا ہمیں اس کا ادراک ہے؟ کیا ہمیں احساس ہے کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو لوحِ محفوظ سے عالم دنیا میں آسمان دنیا پر آئی تو اللہ نے ان لمحات کو ہزار مہینوں سے زیادہ اہمیت دے دی وہ کتاب منبر پر میرے سامنے رکھی ہوئی ہے کیا میں اس کی عظمت سے واقف ہوں؟ کیا میرا عقیدہ وہی ہے جس کا مطالبہ یہ کتاب کرتی ہے۔ جس چیز کی یہ دعوت دیتی ہے کیا میں نے اس پر غور کیا؟ جن کاموں کے کرنے کا اور جس طرح کرنے کا یہ کہتی ہے کیا مجھے اس کا احساس ہے اگر ہے تو پھر تمہاری ہر رات لیلۃ القدر ہے کہ تمہارے پاس ہر رات اللہ کا قرآن موجود ہے تم پڑھ بھی سکتے ہو سمجھ بھی سکتے ہو سوچ بھی سکتے ہو ہر لمحہ تمہارے پاس اللہ کا قرآن موجود ہے ہر لمحے تمہیں اس پر عمل کرنے کا خیال رہتا ہے تو تمہارا ہر لمحہ لیلۃ القدر ہے، جب یہ تمہارے لبوں پر ہو، تمہارے ذہن میں ہو، تمہارے دل میں بستا ہو تو تمہارے لئے ہر لمحہ لیلۃ القدر ہے۔ لیلۃ القدر کس سبب سے لیلۃ القدر بنی؟ اس سبب سے کہ اللہ کا کلام آسمان دنیا پر نازل ہو گیا تو پھر جس کے سینے میں وہی کلام ہے جو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر آیا تھا تو وہ لیلۃ القدر بن گئی تھی تو اب جس کے سینے میں محفوظ ہے اس کے سینے کا ذرہ ذرہ لیلۃ القدر کیوں نہیں بنتا؟ وہ جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ وہ چوری کیوں کرتا ہے؟ وہ کیوں اللہ کی اطاعت نہیں کرتا؟ پھر اس کے دل میں عشق رسول ﷺ کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ اس کے دل میں یہ درد محبت پیدا نہیں ہوتا کیوں نہیں ہوتا؟

ہم نے اس کی عظمت کو محسوس نہیں کیا اسے لپیٹ کر برکت کے لئے ایک خانے میں رکھ دیا ہے شاید کبھی قسم اٹھانے کے کام آجائے اگر میدان حشر کسی سے یہ ایک سوال ہو گیا کہ اتنی عظیم کتاب جو میرا ذاتی کلام تھا اور جو صرف آسمان دنیا تک پہنچا تو میں نے اپنی بخششیں عام کر دی تھیں وہ کلام تیرے گھر میں رکھا رہا اور تجھے کھول کر دیکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ زندگی اس کے مطابق بسر کرنے کی توفیق کیسے ملی ہوگی، تم نے میری کتاب کو دیکھا بھی نہیں تو تیرے ساتھ میرا کیا تعلق۔ کبھی سوچا! کیا ایسا ہو نہیں سکتا؟

اللہ اللہ اللہ! قرآن کریم اور قرآن کریم کی عظمت!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی میں ہمارے اجتماعات تو یہاں ہوتے تھے ہم یہاں جمعہ نہیں پڑھتے تھے یہ جنگلی ویرانہ تھا اس وقت نہ یہاں اتنی آبادی تھی نہ سکول نہ ادارے نہ سرکاری دفاتر نہ ڈاک خانے اور نہ کوئی ہوٹل وغیرہ ہم نے یہاں پہلا جمعہ تب پڑھا جب یہاں صدر مملکت تشریف لائے تھے جسٹس حلیم الدین اس وقت پاکستان کے چیف جسٹس تھے صدر صاحب اس وقت پاکستان سے باہر غیر ملکی دورے پر تھے اور وہ قائم مقام صدر تھے اور وہ یہاں تشریف لائے وہ دارالعرفان کا پہلا جمعہ تھا یہ فقہ کا مسئلہ ہے کہ جہاں ملک کا سربراہ ہو وہاں جمعہ ادا ہو سکتا ہے اور کسی شرط کی ضرورت نہیں اور جہاں جمعہ شروع ہو جائے پھر وہاں جاری رہنا چاہیے۔ میری ان سے بہت ملاقاتیں رہیں ایک دن مجھے کہنے لگے یار! میں سونے سے پہلے تلاوت ضرور کرتا ہوں کیا پتہ آنکھ کھلنے سے پہلے مر جائیں بندہ سوجاتا ہے اسے کیا گارنٹی ہے کہ وہ اٹھے گا یا روح قبض ہو جائے گی تو میں چاہتا ہوں کہ میں قرآن پڑھ کر سوؤں۔ سبحان اللہ۔ کتنے عجیب لوگ تھے! کوئی عالم نہیں تھا نہ صوفی تھا وہ شخص لیکن ایک احساس اس کے پاس تھا کہ زندگی کا آخری کام یہ ہو کہ اللہ کی کتاب اس کا کلام پڑھا ہو موت آئے تو زندگی کا آخری کام یہ ہو کہ میں نے اللہ کا کلام پڑھا ہو! یہ درد تو اللہ کی عطا ہے کس کو کیا دیتا ہے؟

دوستو! جشن قبر میں جا کر منانا یہاں قرآن سینے سے لگا لو آنکھوں میں بسا لو! دل میں بسا لو مزہ تو تب ہے جب کوئی میدان حشر میں کامیابی کا جشن منا رہا ہو۔ اللہ کریم قرآن مجید میں بتاتے

ہیں کہ جن کی نجات ہوگی وہ اپنا اعمال نامہ لے کر واپس اپنے ساتھیوں میں جائیں گے تو خوش ہوں گے کہ میری نجات ہو گئی مجھے اللہ نے بخش دیا میرے بچوں کو بخش دیا، میری بیوی کو بخش دیا تو جشن کا مزہ تو وہاں ہے، یہاں تو کرنے کا کام کرنا ہے قرآن کو کھولنا ہے عمل کرنا ہے، خود بدلنا ہے ماحول کو بدلنا ہے۔

اس ماحول کو جس میں ہر لحہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہیں دہشت گردی کی لپیٹ میں نہ آجائیں کہیں کوئی گولی نہ چلادے، یہاں رات بھر جشن مناتے ہو صبح بچوں کے کھانے کو کچھ نہیں ہے سکول کی فیس نہیں ہے، ضروریات زندگی مفقود ہیں، عزت وآبرو محفوظ نہیں ہے۔ غریب بے بس مظلوم عوام آٹا لینے کے لئے دھکم پیل میں پس رہی ہے دس کلو آٹا لینے کی کوشش میں بیس خواتین مرگئیں اور اتنا حساس ملک ہے کہ کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی کہ مر گئے تو کیا ہوا؟ دنیا کا کوئی کافر ملک بھی ہوتا تو پورے ملک میں زلزلہ آجاتا، اخبار بھرے جاتے، ٹی وی پر شور ہوتا کہ بیس انسان مر گئے کسی نے پرواہ نہیں کی کسی نے پوچھا تک نہیں! اور جو ایک ایک لپ آٹے کے لئے مجبور کر دیئے گئے، ان کی بھی ساری تگ ودو اسی پر مرکوز رہی کہ کسی جگہ سے شربت کی بوتل لے آئیں کہیں سے مٹھائی، کہیں سے کچھ اور تو پیٹ بھر جائے لیکن ایک وقت بھرنے سے کیا ہوگا؟ یہ تو صبح وشام غذا مانگتا ہے اور پورا ملک اسی بدنظمی کا شکار ہے رمضان آیا شیاطین بند ہوئے لیکن دہشت گردی، غارتگری، لوٹ مار، منافع خوری کیا یہ سب کچھ رمضان میں چھوٹ گیا؟ کیا ڈاکے کم ہو گئے اور قتل کی خبروں میں کمی آ گئی۔ کس کی لیلۃ القدر؟ کون مسلمان؟ کس کی بات کرتے ہو؟

اللہ کریم تو فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اور لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے اور لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو اللہ کی رحمتیں لے کر آتے ہیں آگے کوئی وصول کرنے والا بھی تو ہو۔ بارش تو ہر جگہ برستی ہے زرخیز زمینوں پر بھی سنگلاخ چٹانوں پر بھی، چٹانوں پر اگر تھوڑی سی مٹی آ گئی ہو تو وہ دھل جاتی ہے اور پوری سختی سامنے آجاتی ہے۔ زرخیز زمین سے تو سبزہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے لیکن ابر رحمت کے برسنے کے باوجود کئی سخت زمینیں سخت چٹانیں ایسی ہیں جو دھل کر اور سخت ہو جاتی ہیں کچھ کوڑے کے ڈھیر ہوتے ہیں جن پر بارش برسے تو ان میں سے بدبو پھیلنا شروع ہو جاتی ہے۔

ردعمل ہر ایک کا اپنا اپنا ہے

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ صرف فرشتے ہی نہیں والروح جبرائیل امین اور مبارک روحیں بھی اترتی ہیں مشائخ تشریف لاتے ہوں گے ان کو دیکھنے کے لئے جن کی تربیت فرمائی تھی کیا کر رہے ہیں کتنی وفا کر رہے ہیں؟ والدین آتے ہوں گے جو صاحب نجات تھے دیکھتے ہوں گے جس اولاد کو لوریاں دے دے کر پالا تھا وہ کیا کر رہی ہے اور فرمایا یہ رات تو طلوع فجر تک ہر پہلو سے سلامتی ہے۔

ہمارے ملک کے حالات کیا خبر دیتے ہیں کون سی لیلۃ القدر؟ کہاں ہیں لیلۃ القدر کی برکتیں؟ بندہ کچھ بھی نہ کر سکے تو اپنا محاسبہ تو کرے اپنی ذات کو سامنے رکھ کر خود تو عہد کرے کہ اللہ! میں سمجھ گیا ہوں کہ تیری کتاب کتنی عظیم ہے میں کیا تھا؟ میری حیثیت کیا تھی؟ کہ تیری کتاب میرے پاس آئی۔ اے اللہ! میری جان چلی جائے لیکن تیری کتاب کے حکم کے خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ یہ وعدہ ہو گیا تو پھر لیلۃ القدر ہے اور یہ نہیں تو پھر دنیا میں اور بھی بہت سی رسمیں ہیں ان میں یہ ایک رسم اور سہی!

اللہ! اللہ! اللہ! میاں یہ زندگی کا سودا ہے۔ زندگی بھر کی بات ہے دو چار دنوں کی بات نہیں یہ اللہ کا ذاتی کلام ہے آقائے نامدار ﷺ کا

زندہ و جاوید معجزہ ہے زندگی کی کتاب ہے فرد کے لئے، خاندان کے لئے، قبیلے کے لئے، ایک قوم کے لئے، ملک کے لئے اور روئے زمین کے انسانوں کے لئے ہے۔

خوش نصیب ہیں جو اس کی تلاوت کرتے ہیں اس کے مفاہیم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ بات بن جائے تو زندگی کا ہر لمحہ لیلۃ القدر ہے اور یہ بات نہ بنے تو زندگی میں کتنی لیلۃ القدر آئیں اور کتنی گذریں چٹانیں چٹانیں ہی رہتی ہیں کتنی برساتیں آتی ہیں انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا ٹوٹیں بھی تو ان چھوٹے ٹکڑوں سے پھر چٹانیں ہی بنتی ہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اللہ سے وہ دل مانگو جو اس کی عظمت سے آشنا ہو جو عظمت پیغمبر ﷺ سے آشنا ہو اللہ سے توفیق عمل مانگو، قرآن پر عمل کی توفیق مانگو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care — Rs.200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے، مالش کے لیے

پین گو
Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس
CUREX — Rs.175 — جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے، کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

من الظلمت الی النور

محمد ابرار راولپنڈی

آج زندگی میں پہلی مرتبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کیلئے کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ حق کہنے اور لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ جن کو اللہ کریم نے ہمارے دینی اور دنیوی علوم اور روحانی اصلاح کیلئے قبول فرمایا ہے اور رب کریم کا احسان عظیم ہے کہ حضرت شیخ المکرّم جیسی عظیم ہستی ہماری ظاہری و باطنی اصلاح کیلئے موجود ہے۔

یہ واقعہ جو میں بیان کرنے لگا ہوں یہ میرے والد محترم کا ہے جو میرے پورے خاندان، دوستوں، ملنے والوں کی اصلاح کا سبب بنا۔

میرے والد صاحب عرصہ 15 سال سے بیمار تھے، آپکو برین ٹیومر تھا، دماغ کے چار آپریشن ہو چکے تھے۔ سی۔ ایم۔ ایچ راولپنڈی کے ڈاکٹر بریگیڈیئر گل بادشاہ اور پمز ہسپتال کے ڈاکٹر خلیق الزماں جیسے نامور ڈاکٹر اپنی پوری کوشش کر چکے تھے لیکن بیماری دن بدن بڑھتی گئی والد صاحب کا پورا جسم پیرالائز ہو چکا تھا، آپ کے جسم کا گوشت جگہ جگہ اکٹھا ہو چکا تھا، ہم تمام خاندان والے ہمت ہار چکے تھے، والد صاحب ایک زندہ لاش کی مانند تھے۔ ایک ساتھی سلسلہ عالیہ کا ملا اور حضرت جی کی خدمت میں حاضری اور بیعت کرنے کیلئے کہا، الحمد للہ پہلے بیعت کی سعادت نصیب ہوئی اس کے بعد والد صاحب کو حضرت شیخ المکرّم کی خدمت میں لے گئے، والد صاحب بھی بیعت ہو گئے میں نے حضرت مدظلہٗ سے والد کی صحت کیلئے دُعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا... انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے اور کچھ نقش پینے کیلئے دیئے، ہم وہ نقش والد کو پلاتے رہے، کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد ۲۷ رمضان المبارک کی رات والد صاحب صحن میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ آسمان سے ایک نور روشنی کی صورت میں ہمارے گھر کے کنویں میں پڑا، والد صاحب فرماتے ہیں، میں اسے پکڑنے کیلئے چارپائی سے اٹھ کر کنویں تک گیا جب وہاں پہنچا تو احساس ہوا کہ میں یہاں تک کیسے چل کر آیا؟ پھر بہت زیادہ پسینہ آیا اور ٹانگیں کانپنے لگیں، گھر والوں کو بلایا تو یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، زندگی دوبارہ مل گئی۔ اس کے بعد کئی سال تک آپ صحت مند اور اپنے کام خود کرتے رہے، دارالعرفان حاضری دیتے رہے اور دوست، رشتہ داروں کے ہاں بھی آتے جاتے رہے۔ آپ لوگوں سے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بیماری جسمانی ہو یا روحانی اسکا علاج ممکن ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندے صرف اُس کی رضا کیلئے آج بھی لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ حضرت کی ایک نگاہ کرم سے ہماری دنیا ہی بدل گئی۔

بات یہاں تک تو سمجھ آتی ہے کہ وجہ برکاتِ نبوت بن گئیں اسکا فائدہ والد صاحب کو ہوا وہ صحت یاب ہو گئے، بیعت کر لی اور دنیا وآخرت میں سرخرو ہو گئے۔ اس کا فائدہ مجھے میرے حلقہ احباب یا رشتہ داروں کو کیا ہوا؟ ہم نے u.turn لے لیا تو پھر زندگی کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی اور ایک ولی اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے

میری زندگی میں کونسا انقلاب آیا؟ اور کیسے میں جہنم کے راستے سے ہٹ کر صراط مستقیم پر چلنے لگا یہ ہے اصل بات اور پھر زندگی میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

میں تقریباً ۷ یا ۸ سال سعودیہ رہا ۳ حج کیے، لاتعداد عمرے کرنے کی سعادت نصیب ہوئی یہ اللہ کریم کا احسان تھا مگر دین اسلام کیا ہے؟ اور انسان کو کیا کرنا ہوتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن کسی اللہ والے نے یہ تمام باتیں ایک نگاہ اور ایک لمحے میں سمجھادیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں اللہ کا ولی بن گیا ہوں، البتہ میرے کل اور آج میں فرق یہ آیا ہے کہ میں کل تک کسی بھی مشکل میں گھبرا جاتا تھا، مگر اب اللہ کے فضل سے کچھ ہستیوں کا ایسا تعلق نصیب ہے کہ بڑی سے بڑی مشکل بھی آسان نظر آتی ہے ۔ پاکستان آکر واسا میں کنٹریکٹر کے طور پر کام شروع کیا تو ملازمت میں بھی کئی مسائل ہوتے ہیں۔ خانپور سے سنگ جانی ٹریٹ منٹ پلانٹ تک اور وہاں سے پھر پنڈی تک چھ فٹ مین پائپ لائن بچھائی گئی ہے، کسی نے ہمارے ایک آفیسر کو پیسے دے کر مین لائن سے پانی کا کنکشن لیا، میں نے پکڑ لیا، بات اخبار اور پولیس تک چلی گئی، کچھ بااثر لوگوں نے صلح صفائی کرادی بات ختم ہوگئی، اسکے عوض میرے آفیسر نے لاکھوں روپے رشوت لی مجھے بھی خاموش رہنے کیلئے رشوت کی آفر کی میں نے صاف انکار کردیا جس نتیجے میں مجھے نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے۔

نوکری سے فارغ ہوا تو ایک دوست نے سوال کیا اب کیا کروگے؟ میں جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ میں اور میرے بچے بھوک سے مرجائیں تو میں راضی ہوں اور وہ رازق ہے اس کا بھی حل نکال دے گا۔

رات جب میں سویا تو شیخ المکرم خواب میں فرمانے لگے .. بس اتنی سی مشکل سے پریشان ہوگئے ہو! آؤ میں تمہیں اپنے زخم دکھاتا ہوں جو تم لوگوں کی وجہ سے میرے وجود پر لگتے ہیں۔ پھر شیخ المکرم تھے اور میں تھا۔ شیخ المکرم کے ساتھ یہ بسر ہونے والے رات زندگی کی ساری خوشیاں دیکر بھی مل جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں۔ میری زندگی میں اتنی خوبصورت رات پھر کبھی نہیں آئی، وہ پیار، شفقت، محبت اور کیفیت اللہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نصیب فرمائے ۔ پھر ایک کے بعد دوسری نوکری ملتی گئی، ایک وقت میں کئی جگہ سے آفر آنے لگیں پھر سعودیہ میں ایک بڑے اچھے ادارے میں نوکری مل گئی۔

جولائی 2009 میں سعودیہ جانے سے پہلے شیخ المکرم سے ملنے گیا، بھائی عبدالقدیر سے اجازت بھی لے لی مگر حضرت جی سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، جولائی کے اجتماع کا پہلا دن تھا، حضرت جی دائرے والے آفس میں تشریف فرما تھے، ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھ گئے، کیسے کہوں سرکار اجازت دے دیں آپ کے قدموں سے دور ہونا چاہتا ہوں، عجیب حالت ہو رہی تھی، سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا، صرف روتا رہا اور بس، کون بات کرے، کیسے بولوں، نہ زبان ہلتی ہے، صرف آنکھوں نے جدائی کی خبر آنسوؤں سے دی۔

آپ ہیڈ ماسٹر صاحب سے پوچھ رہے تھے کہ... آج مہماناں لئی حلوہ نہیں بنایا؟ ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا حضرت جی پیسے نہیں ہیں، آپ نے پوچھا کتنے پیسے لگدے نے حلوے واسطے؟ ہیڈ ماسٹر صاحب بولے تین ہزار، آپ نے جیب سے پیسے نکال کر دیئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب سے فرمایا.. ''ہُن تے تن ہزار میرے کول وی نہیں بچے'' اور پھر آپ بہت پیارے انداز سے مسکرائے یہ ادا میرے وجود کے آرپار ہوگئی شاید کسی کیلئے یہ خاص بات نہ ہو لیکن میری زندگی کا حصہ بن گئی۔ جدہ پہنچ کر نماز ادا کرکے ذکر شروع کیا تو حضرت جی یاد آئے، میں بچوں کی طرح رو دیا، اپنے آپ سے کہا! یہاں کیوں آئے ہو؟ صرف پیسوں کیلئے؟ سب کچھ مل جائے گا

لیکن شیخ المکرّم تو نہیں ملیں گے، وہ رات میں نے بڑی مشکل سے کاٹی صبح کمپنی کو استعفیٰ پیش کر دیا اور گزارش کی کہ مجھے عمرہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ 12 دن سعودیہ رہا آنے سے پہلے حرم شریف گیا جیسے ہی حرم شریف پہ نگاہ پڑی تو اللہ سے صرف اپنے شیخ المکرّم کو مانگا۔۔ اللہ سے عرض کی تو بے نیاز ہے، اپنے گھر اور آقائے دوجہاں کے دربار کا دیدار کرانے کا شکریہ مگر مجھے میرا شیخ یاد آرہا ہے، زندگی اُن کے قدموں میں بسر کرنا چاہتا ہوں، مجھے اُن قدموں میں پہنچا دے، اللہ کریم موت بھی آئے تو میرے وجود کو اُن کے نیلے کھوسے پر رکھ دینا تاکہ اُن کو بوسہ دے سکوں۔

میرا سلوک یہیں سے شروع ہوتا ہے اور یہیں پر ختم۔

دربار نبوی ﷺ حاضری ہوئی تو بھی اپنے شیخ المکرّم کو مانگا، پھر تین ہزار کی بات کی، اور حبیب کبریا ﷺ سے عرض کی۔۔۔ میرے شیخ المکرّم کو وہ عطا کردیں جو آج تک کسی ولی اللہ کو نہ ملا ہو، مجھ جیسے گناہگار اُن کی خدمت میں پہنچ کر اپنی اصلاح کر کے دنیا و آخرت سنوار لیتے ہیں۔ واپسی پر بھائی عبدالقدیر سے ملاقات ہوئی اور اُنہوں نے دعا دی اللہ پہلے سے بہتر نوکری اور سب کچھ دے گا۔

ایک ماہ کے اندر پہلے سے اچھی نوکری مل گئی۔ ابھی اجتماع ختم نہیں ہوا تھا اور اللہ نے حضرت جی کے قدموں میں دوبارہ پہنچا دیا۔ آپ فرما رہے تھے کچھ دن پہلے بڑا شور تھا کہ اجتماع شروع ہونے والا ہے کھانے، رہائش اور پانی کے انتظامات کئے جا رہے تھے۔ آپ لوگ کب آئے؟ اتنی جلدی جا رہے ہو وقت کا پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے محترم شیخ المکرّم غمگین تھے اور ہمارے جیسے خطا کاروں کیلئے رو رہے تھے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے پھر سے ایسی محافل سجیں، ہم آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھے ہوں! آپ فرماتے رہیں اور ہم سنتے رہیں، زندگی گزر جائے، حشر برپا ہو، قیامت آئے اور ہم حضرت جی کے ساتھ ہوں، جنت میں بھی یہ محفل سجی رہے اور وہاں آقائے دوجہاں ﷺ بھی جلوہ افروز ہوں اور ہم سب کو حبیب کبریا ﷺ کے قدموں میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔ انشاء اللہ یہ ضرور ہوگا مگر اس کیلئے ہمیں بھی پوری تیاری کرنی ہوگی اور نبی کریم ﷺ کے ہر حکم پر دل و جان سے عمل کرنا ہوگا۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ اللہ کریم سے حضرت شیخ المکرّم کی صحت کیلئے خصوصی دُعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ شفقت ہم پر تا قیامت قائم رکھے۔ آمین۔

بقیہ چراغ مصطفوی

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو اپنی دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ مسلمانوں نے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو بھلا کر اپنی بے راہروی، بے چینی اور بدامنی کا خود سامان کر لیا ہے۔ بات بھلا دینے تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اس کی مخالفت اور بڑی بے باکی سے اس کی مخالفت کرنا اکثر مسلمانوں نے اپنا شعار بنا لیا۔

اول:۔ تو ہمیں عیب ڈھونڈنے اور اپنی اصلاح کرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا اس کے برعکس دوسروں کے عیب کرید کرید کر تلاش کرنے کا جنون سوار ہو گیا ہے۔

دوم:۔ جس کا عیب معلوم ہو جائے اس کو آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی بلکہ دوسروں میں اس کے عیب کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اس سے اصلاح کا خیال کیسے ہو سکتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی رسوائی ہو تذلیل ہو تحقیر ہو۔

سوم:۔ دوسروں کے حقیقی عیب بلکہ فرضی عیب سٹیجوں پر منبروں پر اور پریس کے ذریعے یوں پھیلائے جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ جب مسلمانوں کی سوچ اور عملی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے کوتاہی اس حد تک ہو تو اخلاقی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے اور معاشرے میں امن و سکون کی فضا کیسے پیدا ہو۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہٗ

وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی ولیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

اکرم التفاسیر

علم غیب اور یکجائی سے عہد غلامی

07-05-2010

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ (سورۃ الانعام آیات نمبر 60-59)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ اللہ کے پاس ہیں غیب کے خزانے اور انہیں کوئی نہیں جانتا سوائے اس کی ذات کے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی پر ہے اور جو تری میں ہے اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا جسے وہ نہ جانتا ہو۔ یعنی ہر شے کو ہر وقت جانتا ہے۔ کوئی دانہ کوئی ذرہ زمین کی گہرائیوں میں ہے، کوئی خشک یا تر چیز کہیں ہے، اللہ کے علم میں ہے، اللہ کا علم تو بہت عظیم ہے، مخلوقات کا ذرہ ذرہ تو لوح محفوظ میں بھی درج ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ مخلوق کو نیند میں ایک طرح کی موت دے دیتا ہے اور پھر انہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ اپنی زندگی کی معین معیاد پوری کریں۔ بالآخر انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ انہیں ان کے ہر ہر عمل کی اطلاع دے گا۔ ہر ہر عمل کی خبر دے گا۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ واحد ہے لاشریک ہے وہ اکیلا ہے اس کی ذات یا اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں۔ کوئی دوسرا اس جیسا نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں۔ علم اس کی ذاتی صفت ہے، اللہ کی ذات کے علاوہ کہیں علم کا یہ تصور نہیں پایا جاتا کہ ذاتی طور پر کوئی جانتا ہو۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا العلم علمان۔ جسے العلم کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں یعنی علم دو طرح سے ہے۔ علم الادیان و علم الابدان او کما قال رسول اللہ ﷺ۔

علم الادیان: دین کا علم یعنی علوم الٰہیات۔ اللہ جل شانہٗ کی ذات وصفات کے بارے۔ اس کی رضا اور ناپسند، اس کے احکام اس کے اوامر و نواہی، یہ سارے علوم الٰہیات ہیں۔ یعنی علم الادیان انگریزی میں انہیں Normative Sciences کہتے ہیں۔ اور دوسرا

علم الابدان: وجودوں کا علم یعنی پانی، مٹی، آگ، ہوا، اجناس، پھل، اغذیہ، مادی چیزوں کا، مادی وجودوں کا، مادی اشیاء کا علم۔ اسی طرح اس کے مختلف مدارج ہیں ایک ہے عام سطحی علم ایک ہے اس سے ذرا اوپر ان کی خصوصیات جاننا ایک اس سے بھی بالاتر ہے کہ کس کے کھانے کی تاثیر کیا ہے؟ ایک اس سے بھی بالاتر ہے جسے ڈاکٹر اور طبیب ہمارے وجود کے بارے جانتا ہے کہ تجھے گرمی ہے سردی ہے یہ سارے علم الابدان ہیں۔ یعنی مادی اشیاء

جو نظر آنے والی چیزیں ہیں ان کا علم جسے انگریزی میں Physical Sciences کہتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علم کے دو حصے ہیں۔ ایمانیات و اخلاقیات کا علم اور اشیاء چیزوں اور وجودوں کا علم۔ لیکن دونوں علوم مخلوق کو اللہ نے عطا کئے ہیں۔ اگر فرشتہ جانتا ہے، جن جانتا ہے، انسان جانتا ہے، حیوان جانتا ہے تو اللہ کے بتانے سے جانتا ہے۔ مثلاً آپ شہد کی مکھی کو لے لیں۔ تو اس کا ایسا عجیب فن ہے کہ اسے پتہ ہے کہ کون سے پھول سے کس طرح رس لینا ہے۔ پھر اس رس سے کس طرح وہ شہد بناتی ہے۔ حتیٰ کہ جو چھتہ بناتی ہے اس میں ہشت پہلو سے خانے ہوتے ہیں اور ہزاروں خانے ہوتے ہیں۔ آپ پیمائش کر لیں تو کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ کسی کی بناوٹ خراب نہیں ہوتی، کسی کی دیوار ٹیڑھی نہیں ہوتی۔ یہ بھی تو ایک فن ہے، ایک علم ہے جو ایک مکھی کے پاس ہے لیکن یہ جتنا کچھ ہے اس میں کچھ بھی علم غیب نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک کے پاس وہ علم ہے جو اللہ نے اسے دے دیا ہے۔ جس طرح اس نے مکھی کو علم دے دیا اسی طرح اس نے جانوروں کو بھی علم دے دیا۔ وہ بھی اپنے بچے پال لیتے ہیں، بڑے کر لیتے ہیں، انسانوں کو سب سے زیادہ علوم اس نے عطا فرمائے اور پھر انسانوں میں اپنے محبوب بندوں کو بے پناہ علوم عطا فرمائے۔ ابراہیمؑ کے بارے جب بات ہوتی ہے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہم نے زمینوں آسمانوں کی بادشاہت کھول کر رکھ دی ابراہیمؑ کے سامنے یہ دیکھ لو آسمانوں میں یہ ہو رہا ہے زمینوں میں یہ ہو رہا ہے لیکن یہ سارا کیا ہے؟ یہ علم غیب نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کے بتانے سے پتہ چلا۔ علم غیب وہ ہے جس میں کوئی ذریعہ نہ ہو کوئی بتانے والا نہ ہو۔ کسی نے کہیں سے پڑھ نہ لیا ہو کہیں سے سن نہ لیا ہو، اسے کسی نے بتایا نہ ہو۔ یہ خاصیت صرف اللہ کی ہے۔ یہ صفت صرف اللہ کی ہے کہ بغیر بتائے بغیر کسی واسطے کے، کسی ذریعے کے وہ جانتا ہے، ہر شے کو جانتا ہے اور ہر وقت جانتا ہے۔ اس میں کوئی دوسری ایسی ہستی نہیں جو اس طرح سے جانے علم غیب پہ بڑی بحثیں ہوتی ہیں۔ بڑا زور لگایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ کو علم غیب ہوتا ہے پھر کہتے ہیں انبیاءؑ کو ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات تک بات جا پہنچتی ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے مانے ہوئے مناظر تھے اور ہر باطل فرقے کے خلاف آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد اور بڑے بڑے مناظرے کئے وہ ایک عہد تھا جس میں دلائل ہوتے تھے۔ دلائل سنے جاتے تھے۔ علمی باتیں مانی اور منوائی جاتی تھیں۔ آجکل تو یہ رواج ہی اٹھ گیا آج کل تو بندوق کی نالی پہ لوگ منواتے ہیں۔ مانو ورنہ گولی کھاؤ، وہ زمانہ تھا دلائل سے باتیں مانی جاتی تھیں۔ مناظرے ہوتے تھے علماء تشریف لاتے تھے تو بہت بڑا مناظر ہونے کے باوجود حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات عالی کو مناظرے کا موضوع نہ بنایا جائے۔ آپ ﷺ کی ذات عالی ہماری بحث و مناظرے سے بالاتر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کریم نے کتنے علوم عطا کئے یہ جاننا ہمارے بس کا روگ ہی نہیں۔ یہ باتیں ہمارے علم و فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ لیکن یہ سارا کیا ہے؟ اسے علم غیب نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ اللہ کریم اس پر اطلاع دیتے ہیں۔ **مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ** تم میں سے ہر ایک کو اللہ غیب پر مطلع نہیں فرماتا اپنے انبیاءؑ میں سے اپنے بزرگ نبیوںؑ کو چن لیتا ہے انہیں علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔ تو قرآن کریم کی اصطلاح میں جو غیب انبیاءؑ کے پاس ہوتا ہے وہ علم غیب نہیں ہوتا وہ اطلاع عن الغیب ہوتا ہے یعنی انہیں غیب پر اللہ نے اطلاع کر دی اللہ نے انہیں بتا دیا۔ اللہ نے انہیں دکھا دیا اور وہ ایسا عظیم ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے دکھا دیا ابراہیمؑ کو زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہتیں کھول کر انؑ کے سامنے رکھ دیں۔ لیکن ابراہیمؑ پر پھر

پر پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ انہیں حکم دیتا ہے بیٹے کی قربانی کرو۔ وہ قربانی کرنے لگتے ہیں۔ ذبح کردیتے ہیں، آنکھیں بند کر کے ذبح کردیتے ہیں۔ بیٹے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتے ہیں کہ کہیں شفقتِ پدری غالب نہ آجائے ہاتھ لرز نہ جائے، خون بہتا ہے، گردن کٹ جاتی ہے، سمجھتے ہیں اسمٰعیلؑ کو ذبح کردیا۔ پٹی ہٹا کر دیکھتے ہیں تو اسمٰعیلؑ مسکرا رہے ہیں اور دنبہ ذبح ہوگیا یعنی جس ہستی کو زمین و آسمان کی بادشاہتیں کھول کر دکھادیں اسے یہ نہیں بتایا کہ ذبح دنبہ ہوگا اسے آخر تک یہی یقین تھا کہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنا ہے۔ ورنہ کسی سے بھی کہیں کہ بیٹے کو لٹا کر ڈرامہ کرو اور ذبح دنبہ کردو تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔ انہوں نے تو بیٹا ذبح کیا انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ بیٹے کی بجائے دنبہ ذبح ہوگیا۔ اللہ نے پتہ نہیں چلنے دیا اور اپنی قدرت کاملہ سے اسمٰعیلؑ کی جگہ دنبے سے بدل دیا۔ ذبح دنبہ ہوگیا اور اسمٰعیلؑ کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ انہیں علم غیب تھا اور انہیں پتہ تھا کہ دنبہ ذبح ہوگا تو پھر قربانی کی حیثیت تو کوئی نہ رہی۔ یہ آپ کسی کو بھی کہیں کہ بھئی بیٹے کو لے جاؤ اسے صرف دکھانے کیلئے لٹانا چھری وغیرہ تیز کرنا اور آخر میں تم دنبہ ذبح کردینا۔ کوئی بھی کرسکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ سے حضرت یوسفؑ گم ہوگئے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا۔ مصر چلے گئے، بک گئے، پھر بعد میں جیل میں رہے۔ یعقوبؑ کو ایک یقین تھا کہ میرا یوسفؑ زندہ ہے۔ اُن کا خواب سچ تھا، اسے حکومت ملے گی، وہ نبی بھی ہوگا، بادشاہت بھی ملے گی، مر نہیں سکتا۔ کوئی بھیڑیا اسے کھا نہیں سکتا، وہ فرماتے تھے تم اسے قتل نہیں کرسکتے۔ بھائی کہتے تھے قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ (سورۃ یوسف) کہ مدت ہوگئی، برسوں گزر گئے۔ آپؑ اسی بات کو لئے بیٹھے ہیں وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ ﴿۸۴﴾ (سورۃ یوسف) قرآن کہتا ہے کہ دکھ میں آنسو بہا بہا کر ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں، بینائی جاتی رہی، جب بھائیوں کی ملاقات ہوئی یوسفؑ سے تو یوسفؑ نے فرمایا: یہ میرا کُرتا لے جاؤ، میرے والد گرامی کے چہرے پر پھیرنا ان کی آنکھیں درست ہوجائیں گی۔ قرآن کریم کہتا ہے وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ ﴿۹۴﴾ (سورۃ یوسف) جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو یعقوبؑ کنعان میں تھے وہاں کہنے لگے مجھے آج یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے تو مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بڑے خوبصورت شعروں میں بیان کیا ہے

کسے پرسید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر خرد مند

کسی نے اس عظیم ہستی سے جن کا بیٹا کھو گیا تھا یہ پوچھا کہ اے دانا انسان اور بہت دانشور بزرگ یہ مصر سے کرتا نکلا شہر سے باہر تو آپؑ نے خوشبو سونگھ لی

زمصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا درچاہ کنعانش نہ دیدی

تو آپؑ نے اسے کنعان کے کنویں میں کیوں نہ دیکھ لیا جب بھائیوں نے اسے کنویں میں پھینک دیا تھا اسی گاؤں میں آپؑ بھی تھے۔ کنواں بھی تھا وہاں آپ کو نظر کیوں نہ آیا؟ اب آپؑ نے مصر سے کرتے کی خوشبو سونگھ لی اور یوسفؑ کنعان کے کنویں میں پڑے رہے اور آپؑ نے کیوں نہ دیکھا تو آپؑ نے فرمایا

بہ گفتا واز ما برق جہاں است
دم پیدا دم دیگر نہاں است

ہمارا حال اس طرح ہوتا ہے جس طرح آسمانی بجلی چمکتی ہے۔ چمکتی ہے تو جہاں روشن ہوجاتا ہے، بجلی کی چمک ختم ہوجائے تو سب غائب ہوجاتا ہے تو کچھ بھی نہیں نظر آتا۔ ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے جب دکھا دیتا ہے تو کائنات ہتھیلی پر آجاتی ہے، نہیں بتاتا تو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کبھی ہماری نگاہ عرش عظیم سے پار ہو رہی ہوتی ہے اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت نظر نہیں آ رہی ہوتی جو نظر کے سامنے ہوتی ہے تو یہ علومِ علوم غیبیہ نہیں ہیں۔ اگر غیب ہیں تو یہ ہیں جن پر اطلاع عن الغیب کا اطلاق ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کو اللہ علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے۔ ہمارے پاس بھی بڑے غیب کے علم ہیں۔ اللہ سب سے بڑا غیب ہے۔ میرا بھی اللہ پر ایمان ہے کہ اللہ ہے، آپ کا بھی ایمان ہے کہ اللہ ہے۔ اس بات کو تو ہم بھی جانتے ہیں لیکن کیسے جانتے ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا تو جانتے ہیں یہ بات تو سادی سی تھی لیکن بعثت نبوی ﷺ سے پہلے تو کسی کے پاس ذات باری کا تصور تک نہ رہا تھا۔ عہد فطرت میں گم ہو چکا تھا۔ جب بھی بتایا انبیاءؑ نے بتایا۔ جب انبیاءؑ کی تعلیمات گم ہوئیں تو کوئی دانشور، کوئی فلسفی، کوئی مورخ، کوئی ادیب، کوئی شاعر اللہ کی معرفت بیان نہیں کر سکا۔ انبیاءؑ نے یہی بتایا کہ غیب ہے، آخرت ہے۔ میرا بھی ایمان ہے آخرت ہے۔ آپ کا بھی ایمان ہے آخرت پر۔ فرشتے غیب ہیں نظر نہیں آتے۔

میں بھی مانتا ہوں آپ بھی مانتے ہیں۔ یہ وہ غیب ہے جو ہم بھی جانتے ہیں لیکن کیسے جانتے ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ کے بتانے سے جانتے ہیں۔ اہل علم کے بتانے سے جانتے ہیں نسلاً در نسلاً وراثتاً، نقل در نقل ہم تک پہنچا ہے۔ قرآن حکیم کے بتانے سے جانتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ کوئی ہستی بھی جو غیب جانتی ہے وہ اللہ کے بتانے سے جانتی ہے اور اللہ غیب کو بغیر کسی کے بتانے سے جانتا ہے۔ اللہ عالم الغیب ہے اور باقی سب کے پاس اطلاع عن الغیب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی شان والاصفات یہ ہے کہ اللہ کے بعد مخلوق میں آپ ﷺ ہر پہلو میں بے مثل و بے مثال ہیں۔ وہ عمل کا پہلو ہو یا علم کا پہلو ہے۔ جتنا علم کائنات میں سب کو دیا گیا انبیاءؑ کو دیا گیا۔ ان سب کو جمع کیا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے علوم کے خزانے اس سے زیادہ ہیں یعنی کتنے ہیں یہ ہمارا کام نہیں ہے، ہماری عقل اور علم اور شمار میں نہیں آسکتے ہمارے بس سے باہر ہیں۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ کے بعد مخلوق میں آپ ﷺ بے مثل و بے مثال ہیں لیکن جب بات آتی ہے غیب کی تو وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ غیب کے خزانے اللہ کے پاس ہیں۔ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ کوئی نہیں جانتا اور اس کے علوم کیسے ہیں؟ فرمایا وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اب دنیا میں جتنی چیزیں ہیں یہ سب کچھ ملنے سے بنتی ہیں۔ کچھ گیسیں ملتی ہیں تو پانی بن جاتا ہے کچھ ذرے ملتے ہیں تو وجود بن جاتا ہے، کچھ ذرے ملتے ہیں تو پھل بن جاتا ہے، کچھ ذرات دوسری نسبت سے ملتے ہیں تو پھول بن جاتا ہے۔ ہر وجود جو ہے وہ مختلف اشیاء کا مجموعہ ہے حتیٰ کہ پانی کے ایک قطرے میں بھی متعدد گیسیں ملی ہوتی ہیں۔ تو ایک قطرہ بنتا ہے۔ وہ فرماتا ہے اس تری کے اندر کیا ہے؟ کیا کیا مل کر یہ پانی بنا۔ اس پانی کے قطرے کتنے ہیں؟ باریک ذرات کتنے ہیں؟ ان سب کے اندر اور کیا ہے؟ ان میں اندر مچھلیاں ہیں، کتنی ہیں؟ زمینی پیداوار جو پانی کے اندر ہوتی ہے وہ کتنی ہے؟ پہاڑ کتنے ہیں؟ پتھر کتنے ہیں؟ فرمایا میں جانتا ہوں ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، خشکی پر کیا کیا ہے؟ کون سا بیج زمین کی کس تہہ میں ہے؟ وہ جانتا ہے اس سے کیا بننے والا ہے۔ اس میں کتنے ذرات اور ملیں گے؟ کس قسم کے ملیں گے کہ وہ کیا بنے گا؟ درخت بنے گا؟ پودا بنے گا؟ پھول لائے گا؟ غلہ لائے گا؟ فرمایا ہر ذرے کی ہر کیفیت کو میں ہر وقت جانتا ہوں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ خشکی تری میں جو کچھ ہے ان سب کو میں

جانتا ہوں۔ کوئی پتہ جو سوکھنے لگ جاتا ہے ایک طرف سے مڑ جاتا ہے زرد ہو جاتا ہے خشک ہو جاتا ہے پھر جھڑ جاتا ہے، اللہ جانتا ہے کوئی گن سکتا ہے کہ دنیا میں کتنے پتے ہیں؟ کوئی گن سکتا ہے کہ کتنے پتے زرد ہو رہے ہیں۔ کوئی شمار کر سکتا ہے کہ کتنے پتے گرنے والے ہیں؟ فرمایا یہ تمہارا کام نہیں یہ میرا کام ہے جو بناتا ہوں میں جانتا ہوں وہ میرے علم سے خشک ہونا شروع ہوتے ہیں اس کی طراوت میں ہی سلب کرتا ہوں سبزہ بھی میں نے ہی دیا تھا اسے زرد بھی میں نے کیا اسے خشک بھی میں ہی کر رہا ہوں۔ ہر ذرے کا علم اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ کوئی دانہ، کوئی ذرہ، زمین کی تاریکی، کوئی چیز خشک ہے یا تر ہے، یہ سارا جو کائنات کا نظام ذرے ذرے کا میل اور چیزوں کا بننا اور بگڑنا سب اللہ کے سامنے ہے فرمایا اللہ کے علوم تو بہت ہیں۔ یہ سارا کچھ تو لوح محفوظ میں درج ہے۔ یہ تو کتابِ محفوظ میں درج ہے لیکن لوحِ محفوظ بھی علوم الٰہی کی انتہا نہیں اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ ازلی ہیں ہمیشہ سے ہیں، جیسی اس کی ذات ہے ویسی اس کی صفات ہیں وہ ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے۔

کل میرے پاس ایک برخودار آئے۔ انہیں شکایت یہ تھی کہ میں پڑھتا بہت ہوں لیکن امتحان میں میں فیل ہو جاتا ہوں کچھ یاد نہیں رہتا۔ کسی نے میری کامیابی باندھ دی ہے۔ میں نے کہا بیٹا یہ تو غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایسا قادر ہے کہ ہر ذرہ اس کے اپنے دستِ قدرت میں ہے۔ جس کو وہ بنانا چاہتا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جسے وہ بنانا نہیں چاہتا اسے کوئی بنا نہیں سکتا۔ لیکن ایک محدود حد تک اس نے انسان کو ایک اختیار دیا ہے۔ میں نے کہا بیٹا تم پڑھتے بہت ہو مان لی تمہاری بات لیکن میری رائے میں جو سوال امتحان میں آتے ہیں وہ تم نہیں پڑھتے غیر متعلقہ چیزیں پڑھتے رہتے ہو۔ نرا پڑھنے سے تو تم کامیاب نہیں ہو گے۔ کامیاب تب ہو گے جب وہ مضامین پڑھو جن کا تم نے امتحان دینا ہے۔ میں نے کہا بیٹا میٹرک پڑھ کر کے یہاں مدرس لگتے ہیں اور چار پانچ سالوں میں وہ ایم اے کیے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ سارا کورس تو نہیں پڑھتے تم تو کالج میں ہو۔ کالج میں پورا کورس پڑھایا جاتا ہے۔ وہ صرف دو چار سالوں کے پرچے نکال کر دیکھتے ہیں کہ عموماً کس طرح کے سوال آتے ہیں اس کی تیاری کر لیتے ہیں وہ پاس ہو جاتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ میں پڑھتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تم پڑھتے ہو گے لیکن میری رائے میں تم غیر متعلقہ چیزیں پڑھتے ہو۔ جو امتحان میں آتی ہیں ان کے بارے میں تمہارا علم نہیں ہے۔ رہی بات کہ تم کہتے ہو کہ تمہاری کامیابی کسی نے روک دی ہے تو خوب اچھی طرح سمجھ لو اس کائنات میں نہ کوئی کسی کی کامیابی باندھ سکتا ہے نہ کھول سکتا ہے۔ وہ اس رَبّ کے اپنے دستِ قدرت میں ہے اگر اس کی کائنات میں کسی کا دخل ہو کہ وہ فلاں نے اس کی اولاد روک دی، کسی نے اس کی روزی بند کر دی، کسی نے اس کی ترقی روک دی، کسی نے اس کا پانی روک دیا پھر الوہیت کس کام کی پھر تو بے شمار الٰہ ہو گئے۔ کوئی روزی روک لیتا ہے، کوئی اولاد روک لیتا ہے، کوئی ترقی روک دیتا ہے۔ میں نے کہا خدا کا خوف کرو۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر قائم رہو۔ جب اللہ دیتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور جو چیز وہ نہیں دیتا کوئی اسے دلا نہیں سکتا۔ تو یہ صرف اسی ایک بچے کی کہانی نہیں ہے میرا تو روز مرہ کا مشاہدہ ہے ہر ایک کو شکایت ہوتی ہے کہ میری شادی، میری بچیوں کی شادی کسی نے باندھ دی ہے۔ خدا کا خوف کرو۔ ہر کام کا ایک وقت معین ہے۔ اپنے وقت پر ہو جاتا ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا ہر چیز اپنے وقت کی محتاج ہے۔ جب وقت آتا ہے ہو جاتی ہے۔ دنیا کا نظام ہے۔ عالم اسباب

ہے۔ انسان مکلف ہے اسباب اختیار کرنے کا اور جائز اسباب ووسائل اختیار کرنے کا۔ اللہ نے طریقہ سمجھا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ہر شعبے میں تربیت فرمادی۔ اسباب ضرور اختیار کرے لیکن جائز۔ جو اللہ کے حکم کے خلاف ہوں وہ نہ کرے کرنے والے کرے۔ اسباب محض بہانہ ہوتے ہیں۔ نتائج اللہ کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ سو فرمایا کوئی ذرہ کہیں ہے زمین کی تاریکیوں میں ہے وہ اس دانے کو جانتا ہے کبھی غلطی سے بھی گھاس کے بیج سے درخت نہیں بنے گا۔ گھاس کا تنکا بنے گا جو اس کا بیج ہے وہ جانتا ہے وہ خود بناتا ہے اس کی قدرت کاملہ کرتی ہے۔ وہ خود چیزوں کو جمع کرتا ہے اور اس کی مخلوقات کا علم بحر و بر کا علم ہر پتے کے جھڑنے اور بننے کا علم درخت کے پھل پتے آنے کا علم اور اوس تک کے برسنے کا علم انسان، حیوان کے مرنے کا علم۔ فرمایا یہ تو لوح محفوظ میں ہے۔ اللہ کے علم تو بہت عظیم ہیں۔ اس کا علم تو اس کی شان کے مطابق ہے۔ یہ تو اس کی ایک کتاب میں موجود ہے۔ اس نے لوح محفوظ میں لکھا ہے وہی ذات ہے تم جیتے جاگتے زندہ ہوتے ہو جب رات کو لیٹتے ہو تو مرجاتے ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نیند موت کی بہن ہے۔ اس آیۂ مبارکہ میں اللہ کریم فرماتے ہیں وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ اور وہ ذات رات کو تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے۔ تمہیں کوئی خبر نہیں رہتی کہ کہاں پڑے ہو؟ کیسے ہو؟ وہ جاگ رہا ہوتا ہے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے، وہ تمہارے ہر حال سے واقف ہے اور وہ قادر مطلق ہے جو تمہیں زندہ کرکے بیٹھا دیتا ہے تم ایک دفعہ نیند میں جس طرح مردہ موت کی وادی میں چلا جائے تم بھی مرکر جیتے ہو۔ یہ تمہارا روز کا تجربہ تمہیں یاد نہیں دلاتا کہ تم تو بے بس ہو گئے تھے۔ تمہارے حواس بے بس ہو گئے تھے آنکھوں نے دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔ تمہارا تو صرف دل دھڑک رہا تھا اور سانس آ جا رہی تھی۔ باقی تو سارا وجود ساتھ چھوڑ گیا، ہاتھ پاؤں سب ڈھیلے پڑ گئے پھر اس نے تمہیں حیات دے دی۔ تو وہ کیا قادر نہیں ہے کہ جس دن مسلسل نیند طاری کردے گا پھر کیا ہوگا؟ تمہارا کوئی اختیار ہے نیند پر وہ کہتے ہیں نا نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ بھئی کیسے آتی ہے اس لئے کہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس کے دست قدرت میں ہے تو جو تمہیں روز سلا کر جگاتا ہے تم کتنے بے بس ہو جاتے ہو نیند میں۔ کوئی تمہارا انداق اڑاتا ہے، کوئی تمہارے خلاف باتیں کرتا رہے، کوئی تمہارا سامان چرا لے جائے، کوئی تمہارا گھر لوٹ لے جائے، جب تک جاگتے نہیں تمہیں کوئی سمجھ نہیں آتی۔ تو پھر جب جاگ جاتے ہو تو پھر اپنی مرضی کرنے پر آ جاتے ہو۔ اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیتے ہو۔ کیا تمہیں اپنی حیثیت کا پتہ نہیں ہے؟ تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اپنے مال کی نگہداشت نہ کر سکے، اپنے گھر کی نگہبانی نہ کر سکے، نیند میں ایسے سو گئے، مر جاؤ گے تو تمہارے پاس کیا اختیار ہوگا؟ فرمایا پھر وہی ہے جو تمہیں پھر دوبارہ زندگی دے دیتا ہے اور وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ دن کو جو تم چاند چڑھاتے ہو وہ جانتا ہے۔ جو کرتوت کرتے ہو جو کام کرتے ہو، جو حال اپنا کرتے ہو اسے علم ہے وہ جانتا ہے تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن وہ ایسا عظیم و کریم ہے کہ تم محتاج و بے حقیقت لاش ہو کر نافرمانی کرتے ہو۔ وہ قادر مطلق ہو کر گرفت نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے میں نے جتنی زندگی تیری مقرر کی ہے پوری کرے۔ دعوت دیتا رہتا ہے اس کی کتاب تمہیں بلاتی رہتی ہے، اس کا نبی ﷺ تمہیں دعوت دیتا رہتا ہے ﷺ کہ دعوت تم تک پہنچتی رہتی ہے۔ اس کے بندے تمہیں بلاتے رہتے ہیں، حیّ علی الصلاۃ حیّ علی الصلاۃ حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح۔ اللہ اکبر۔ اشھد اللہ الہ الا اللہ۔ تم نہیں آتے تو وہ تمہاری روزی بند نہیں کرتا، تمہاری سانس بند نہیں کرتا، تم سے آنکھیں نہیں چھینتا، تمہیں پھر مزے کی نیند سلا دیتا ہے، پھر تم جاگ جاتے ہو پھر کہتا ہے کرو جب تک فرصت دی ہے، کرو لیکن بہتر ہے کہ اطاعت کر لو نہیں کرو

گے اس کی عظمت کا کچھ نہیں بگڑے گا، اپنا نقصان ہوگا، اپنا وقت ضائع کر رہے ہو، جو لمحہ اس کی یاد کے بغیر جا رہا ہے اسے ضائع کر رہے ہو، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، اس کا نام لو اسے یاد کرو۔ واذکر اسم ربك اپنے پروردگار کے نام کی تکرار کیے جاؤ۔ اللہ اللہ کیے جاؤ، زبان کو اللہ اللہ سے تر رکھو، دل کو اللہ اللہ سے روشن رکھو، آنکھوں کو اللہ اللہ پر لگائے رکھو، اللہ کی عظمت کا احساس زندہ رکھو، اس کے بغیر تمہارا ہونا خود تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم نہ ہو۔ اللہ کو بھول کر جو وقت گزارتے ہو اس کے جو نتائج بہت ہیبت ناک ہوں گے۔ فرمایا: ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ آخر کار لوٹ کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور وہ محتاج نہیں ہے کہ تفتیش کرے گا وہ ایسا ادارہ نہیں کہ تفتیش کرے کہ تم نے کیا کیا۔ نہیں وہ تمہاری فہرست تمہارے سامنے کر دے گا۔ تم نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا۔ جو تم بھول چکے ہو وہ بھی تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے تھے؟ کیا سوچتے تھے؟ کس طرح کمایا؟ کیا کھایا؟ کس طرح خرچ کیا؟ تمہارے دل میں اللہ کی عظمت کتنی تھی؟ تمہارے دل میں اس کے نبی کریم ﷺ کی عظمت کتنی تھی؟ تمہارے اعضاء و جوارح نے اس کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کتنی کی؟ تم نے اس کی کتاب کو کتنا مانا؟ اور تم نے کتنی لاپرواہی کی؟ یہ ساری فہرست وہ تمہیں تمہارے سامنے بتائے گا۔ ایک ایک بات تمہیں بتائے گا کہ تم نے یہ کیا یہ کیا۔

میں ایک دن پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کی سوانح دیکھ رہا تھا تو اس میں ایک واقعہ تھا کسی نے ان سے جانور کے بارے حلت و حرمت کا مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بتایا جانور اگر بغیر تکبیر کے یعنی اس پر اللہ اکبر کا نام لئے بغیر وہ مر جائے اس کا دم نکل جائے تو حرام ہو جائے گا، تو تکبیر پڑھ کر تیز دھار کوئی آلہ ہو، چھری ہو، چاقو ہو، تیز دھار پتھر، لکڑ ہو کاٹ دے کاٹا جائے، خون نکلے اور اس خون نکلنے سے اس کی جان چلی جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے۔ خیر وہ مسئلہ انہوں نے تفصیل سے سمجھایا وہ پوچھ کر چلا گیا پیچھے جو مجلس بیٹھی تھی ان سے کہنے لگے کہ دیکھو جانور کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکل جائے تو حرام اور انسان جتنے سانس لیتا ہے یہ اگر اللہ کے نام کے بغیر نکلے تو کیا ہوگا؟ اسی لئے صوفیا کہتے تھے جو دم غافل سو دم کافر۔ کہ جس دم میں اللہ کا نام نہ آئے وہ ناشکری میں چلا جاتا ہے۔ اللہ کی ناشکری میں شمار ہوتا ہے تو وہاں تو ایک ایک دم شمار ہوگا، دل کی ایک ایک دھڑکن شمار ہوگی۔ سوچ اور فکر کا ایک ایک زاویہ شمار ہوگا کہ تم نے کیا سوچا تھا، اب یہ تو کرم ہے اللہ کا کریم ہے اس کا رسول ﷺ

یارب تو کریمی و رسول و تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

شاعر کہتا ہے اللہ تو بھی کریم ہے، تیرا رسول ﷺ بھی کریم ہے اور تیرا احسان ہے کہ ہم دو کریموں کے درمیان ہیں۔ بچنے کی امید رکھتے ہیں۔ یہ تو اللہ کریم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن اگر کسی گناہ کا ارادہ بھی کرتا ہے اس کی سوچ کا زاویہ بگڑ جاتا ہے برائی سوچتا ہے جب تک اس پر عمل نہیں کرتا اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر برائی سوچی ہے اور ایک وقت عمل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بھئی یہ تو اللہ کی نافرمانی ہے۔ میں نہیں کروں گا تو اس گناہ کے بدلے اسے ثواب ملتا ہے لیکن نیکی کا سوچتا بھی ہے عمل نہیں کرتا تو بھی ثواب ملتا ہے۔ عمل کرتا ہے تو بھی ثواب ملتا ہے۔ اب یہ تو اس کا کرم ہے لیکن اس کرم کی روانی اور وسعت کے باوجود اگر ہم محروم رہیں تو پھر تو ہم اپنے آپ کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ اس نے تو کرم کی حد کر دی کہ تم شکر بھی کرو اچھی بات سوچو گے بھی تو اجر دوں گا، تم نے عمل کیا یا نہیں۔ یہ کتنا کرم ہے اس کا اور کتنی عظیم ذات ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی کہ جن کے ایک ایک لفظ پر جنتیں بٹ رہی ہیں۔ قربان ہو رہی ہیں، تقسیم ہو رہی ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہو رہی

ہیں۔ بندوں کا دامن تنگ پڑ جاتا ہے، اس کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ایک ایک حکم کو سوچنا عبادت ہے، سمجھنا ثواب ہے، اس پر عمل کرنا الگ سے ثواب ہے اس حال میں بھی کوئی دوزخ جانا چاہتا ہے تو زبردستی ہاتھ چھڑا کر چھلانگ لگا دے۔ ہم اپنے معاشرے کو دیکھیں ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم جھوٹ بولنے کو کمال سمجھتے ہیں، کسی سے پیسے ٹھگ لینے کو اپنا فن سمجھتے ہیں، دھوکہ دینے کو ہم کمال سمجھتے ہیں، ظلم کرنے کو اپنی بڑائی سمجھتے ہیں کہ میں نے فلاں کے ساتھ اتنا ظلم کیا، میں اتنا بڑا آدمی ہوں، خدا کے بندے تو کتنا بڑا آدمی ہے، تو کل قبر میں پڑا ہوگا، لوگ مٹی ڈال کر چلے جائیں گے۔ تو اللہ کے روبرو تو حساب کتنا بڑا ہے تو آسمان پر دفن ہوگا تو اتنا بڑا آدمی ہے یا تیری قبر زمین میں نہیں بنے گی، تو کتنا بڑا ہے؟ بڑا صرف اللہ ہے، مخلوق میں کیا بڑائی ہے؟

اللہ اللہ اللہ تو میرے بھائی ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے پوری نوع انسانی کے پاس یہی ایک راستہ ہے کہ

کسی یکجائی سے عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل ﷺ کو مقامی کرو

جو دامن محمد رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہوگیا وہ جیت گیا جس نے چھوڑ دیا وہ ہار گیا خواہ وہ اپنا نام کوئی رکھ لے۔ کوئی طریقہ بنا لے اور صرف نام رکھنے کی بات نہیں ہے میرے بھائی تقاضا ہے اطاعت کا پورے خلوص سے اتباع رسالت ﷺ کا۔

الحمدللہ رب العالمین

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ
صقارہ سائنس کالج
داخلہ جاری ہے
ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت، بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)
شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع
پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ
(ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

توکل کی حقیقت

فیض الرحمٰن
اسلام آباد

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور چاہیے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں۔

حدیث شریف میں ہے جب کچھ مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہو (رواہ الترمذی)

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا توکل ہے توکل یہی ہے کہ کام اللہ کے سپرد کر کے تدبیر کریں اور جو وہ بتائیں' کرتے جائیں۔ (یعنی شریعت کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں) توکل کی دو قسمیں ہیں۔ علماً اور عملاً۔ تو یہ کہ ہر امر میں متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور اپنے کو ہر امر میں ان کا محتاج خیال کرے۔ یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض اور جزو عقائد اسلامیہ ہے۔ اسباب کو مستقل بالتاثیر سمجھنا (سبب کے نتیجے کو لازم سمجھنا) یہ اعتقاد شرعاً حرام و باطل ہے۔ البتہ تاثیر غیر مستقل کا اعتقاد رکھنا اہل حق کا مسلک ہے۔

قسم دوم: توکل عملاً۔ اس کی حقیقت ترک اسباب ہے۔ اسباب کی دو قسمیں ہیں۔ اسباب دینی اور اسباب دنیوی۔ اسباب دینیہ جن کے اختیار کرنے سے کوئی نفع دینی حاصل ہو۔ ان کا ترک کرنا محمود نہیں یعنی اچھا اور پسندیدہ نہیں بلکہ کہیں گناہ اور کہیں خسارے اور نقصان کا باعث ہے۔ اگر وہ امر دین واجب ہے تو اس کے اسباب اختیار کرنا واجب ہے اور اگر مستحب ہے تو اس کے اسباب اختیار کرنا مستحب ہے۔ اور یہ (ترک اسباب) شرعاً توکل نہیں اگر اسے لغوی معنوں میں توکل کہا جائے تو یہ توکل مذموم ہے اور اسباب دنیوی جن سے دنیا کا نفع حاصل ہو اس نفع کی دو قسمیں ہیں حلال یا حرام اگر حرام ہو تو اس کے اسباب کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے اور اگر حلال ہو اس کی تین قسمیں ہیں۔ یقینی ظنی اور وہمی۔ اسباب وہمیہ جن کو اہل حرص اختیار کرتے ہیں۔ ان کو ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل واجب ہے اور اسباب یقینیہ جن پر وہ نفع عادۃً ضرور مرتب ہو جائے جیسے کھانا کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا یا پانی پینے کے بعد پیاس کم ہو جانا ان کو ترک کرنا جائز نہیں اور نہ شرعاً یہ توکل ہے۔ اور لغوی طور پر توکل کہا جائے تو یہ توکل ناجائز ہے اور اسباب ظنیہ جن پر غالباً نفع مرتب ہو جائے مگر بارہا نہیں بھی ہوتا جیسے علاج کے بعد صحت کا ہو جانا ان اسباب کا ترک کرنا وہ ہے جس کو اہل طریقت اکثر توکل کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضعیف النفس کے لئے تو جائز نہیں اور قوی النفس کے لئے جائز ہے۔ بالخصوص جو شخص قوی النفس بھی ہو اور خدمت دین میں مشغول ہو اس کے لئے مستحب ہے بلکہ کسی قدر اس سے بھی مؤکد ہے۔

آنحضرت ﷺ کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادت ظہور میں آئے تھے۔ ان میں بھی تدبیر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھا گیا چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا واقعہ اس کا شاہد ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: کہ ہانڈی چولھے سے نہ اُتارنا پھر اس میں آکر آب دہن ملا دیا۔ اور وہ چند آدمیوں کی خوراک پورے لشکر کے لئے کافی ہو گئی۔ اس طرح صورت اسباب کو حجاب بنایا گیا۔ ورنہ ویسے بھی کھانا بڑھ سکتا تھا۔ یہ توکل اور تدبیر کے آداب ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کی معیت اور تقویٰ

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

27-07-09

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ سورۃ النحل

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ جل شانہٗ ہر آن، ہر وقت، ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔ اس کی شان ہے کہ کوئی ذرہ ایسا نہیں جو اس کی قوت، اس کی طاقت، اس کی اجازت کے بغیر اپنا وجود بھی قائم رکھ سکے۔ یہ ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو ہے کسی کو اللہ کا ساتھ اس کی رضا کے ساتھ نصیب ہو وہ اس سے راضی ہو اس کے لئے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی معیت انہیں حاصل ہوتی ہے جنہیں تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اس معیت کی کیفیت کچھ اس طرح سے ہوتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا جانے لگا تو تمام ملائکہ نے فریاد کی اور عرض کی بار الٰہ تیرے خلیلؑ کو کافر ومشرکین اور نافرمان لوگ آگ میں پھینکنا چاہتے ہیں ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ان کی مدد کر سکیں کفار کو تباہ کر کے انہیں بچا سکیں۔ جبریل امین کو ارشاد ہوا کہ جا کر ابراہیم علیہ السلام کو پوچھ لو اگر وہ فرماتے ہیں تو ضرور ان کی مدد کرو اور انہیں آگ سے بچا لو۔ آپؑ کو آگ میں پھینکنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں شیطان کے مشورے پر آپؑ کو باندھ کر ایک جھولے میں ڈال دیا گیا تا کہ جھولے کو زور زور سے ہلا کر آپؑ کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ جبریل امینؑ حاضر ہوئے اور عرض کی: ''خلیل اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپؑ کی حفاظت کا اقدام کریں، آپؑ کو جھولے سے اٹھا لیا جائے، آگ کو بجھا دیا جائے اور کفار کو تباہ کر دیا جائے''۔ آپؑ نے فرشتوں سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو مجھے آگ میں کیوں پھینکا جا رہا ہے؟'' فرشتوں نے عرض کیا کہ ''مشرکین خدائی کے دعویدار ہیں آپؑ نے ان کی خدائی کو چیلنج کیا ہے''۔ تو فرمایا کہ ''اگر مجھے اللہ کے لئے آگ میں ڈالا جا رہا ہے تو کیا اللہ خود موجود نہیں، اللہ خود دیکھ نہیں رہا، خود سن نہیں رہا! یقیناً وہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے''۔ فرمایا: ''جب اللہ خود یہاں موجود ہے، حاضر وناظر ہے، دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، بچانے پہ قادر ہے تو تم درمیان میں کیوں آ رہے ہو؟ اگر وہ چاہتا ہے کہ مجھے آگ میں پھینکا جائے تو وہ مالک ہے پھینک دے، یہ میرا اور میرے رب کے درمیان معاملہ ہے، تمہارا درمیان میں آنے کا کیا مطلب ہے؟'' یہ ہے معیت باری انہیں پتہ تھا کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے اور وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے آگ کو حکم دے دیا اور وہ ان کی حفاظت کرنے لگ گئی۔ آگ جو ہر چیز کو جلاتی اور ناپید کرتی ہے اس کو حکم دیا کہ اے

آگ! تو ٹھنڈی ہو جا، جلانا چھوڑ دے، ابراہیمؑ کے لئے ہر طرح کی سلامتی، حفاظت اور آرام کا سبب بن جا۔ وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ (الانبیاء) جنہیں اس کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ دو عالم میں سرخرو ہوتے ہیں۔ فرمایا: جو اللہ کی اطاعت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کریم خفا نہ ہو یہ احساس تقویٰ کہلاتا ہے ایسے لوگ قدم قدم پر احتیاط کرتے ہیں، لفظ لفظ میں احتیاط ہوتی ہے سوچ سمجھ کر جملہ بولتے ہیں معاملات میں لین دین میں کردار میں ہر عمل میں رضائے باری مقصود ہوتی ہے، یعنی اعمال کرتے ہوئے جہاں یہ خیال رہے کہ اللہ کریم ناراض نہ ہو وہاں ایک شرط اور ہے کہ یہ صرف ایکٹنگ نہ ہو، ظاہرداری نہ ہو، ظاہر نہ کیا جائے بلکہ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ خلوص دل سے کیا جائے۔ دل کی گہرائی سے کیا جائے، حدیث احسان مشہور ہے کہ جبرائیل امینؑ نے خدمت عالی علیہ الصلوۃ والسلام میں حاضر ہو کر جو سوال کئے تھے ان میں سے آخری سوال یہی تھا۔ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ کہ احسان کیا ہے؟ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "اَنْ تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (مشکوۃ، بخاری) اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ تو اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے، دنیاوی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ کوئی جب کسی بڑی ہستی کے سامنے جاتا ہے اس کے روبرو ہوتا ہے تو اطاعت کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے یہ احساس ہوتا ہے کہ سامنے نظر آ رہا ہے اسی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے: اگر یہ کیفیت نصیب نہ ہو، اتنا حوصلہ نصیب نہ ہو تو پھر تمہیں یہ یقین ہو فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ او کما قال رسول اللہ ﷺ اگر یہ ہمت نہ ہو سکے تو پھر یہ یقین ضرور ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ تو حضورِ حق کی یہ کیفیت پانا دماغ کا کام نہیں ہے۔ دماغ ان چیزوں کو نہیں سوچ سکتا، دماغ مادی ہے، مادی جسم کی مادی ضروریات کی تکمیل کے ذرائع تلاش کرنا اور ان کی تکمیل کرنا یہ ذمہ داری دماغ کی ہے اور یہ کام وہ بڑے اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی حضوری، حضوری کی کیفیت یا اس کی ناراضگی کا ڈر یہ سارا کام دل کا ہے۔ اسی دل کے اندر جو ایک پمپنگ مشین ہے اس کے اندر ایک لطیفہ قلب ہے۔ جس طرح مادی بدن کے اعضائے رئیسہ ہیں، اسی طرح روح کے بھی اعضائے رئیسہ ہیں۔ قلب، روح، سری خفی اخفا اور وہ جو عالم امر کا لطیفہ ربانی ہے یعنی قلب، یہ اسکا کام ہے کہ حضورِ حق کا احساس کرے۔ حضورِ حق کا مشاہدہ کرے کم از کم یہ تو ہو کہ اسے حضورِ حق پر یقین تو ہو اور یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ لطیفہ ربانی تجلیات باری سے منور ہو، برکات نبوی ﷺ سے روشن ہو، تب ہی اس میں یہ احساس پیدا ہو سکتا ہے۔ غلطیاں، کوتاہیاں، گناہ ہوں تو فوراً ندامت ہو۔ اصلاح کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارک میں جس دل کی بات ہو رہی ہے وہ قلب ہے جو لطیفہ ربانی ہے۔ انسان کی بُری سوچ بھی اسے متاثر کرتی ہے برے کلمات بھی متاثر کرتے ہیں اور برا کردار بھی بہت زیادہ متاثر کرتا ہے۔ اگر اللہ کریم کی مسلسل نافرمانی کرتا رہے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ پورا دل زنگ آلودہ ہو جاتا ہے پورے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم نے نافرمانوں کے بارے میں فرمایا: كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ (سورۃ المطففین) ان کے قلوب پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ فرمایا: جب قلب پر زنگ چڑھ جاتا ہے تو وہ اپنا کام نہیں کر سکتا، تو پھر انسان محض نفس کا اسیر ہو جاتا ہے۔ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے، پھر اسے شیطانی باتیں سوجھتی ہیں، شیطان اپنے دوستوں پر القاء کرتے رہتے ہیں، اپنی باتیں ان کے دل میں ڈالتے رہتے ہیں، اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آپ اگر ان لوگوں کا جائزہ لیں جو آج دین پر اعتراض کرتے

ہیں یا اسلام کی حقانیت پر اعتراض کرتے ہیں یا آقائے نامدار ﷺ کی ذات عالی پر اعتراض کرنے کی ناروا جراٗت کرتے ہیں، ان اعتراضات کا مجموعی خلاصہ نکالیں تو وہی اعتراض نظر آئیں گے جو ابولہب یا ابوجہل یا بڑے بڑے مشرکین مکہ کرتے تھے۔اس زمانے کے یہود، نصاریٰ، مشرکین، کفار کرتے تھے بلکہ اکثر اوقات الفاظ بھی وہی ہوتے ہیں جو انہوں نے ادا کئے ہیں۔ چودہ صدیوں بعد وہی الفاظ ان معترضین کے منہ سے کیسے نکل آئے؟ یہ وہ شیطانی القاء ہوتا ہے، وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِہِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ ؕ (سورۃ الانعام آیت 121) شیطان اپنے دوستوں پر القاء کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ان کے منہ سے بھی ویسے ہی الفاظ نکلیں جیسے ان مشرکین و کفار کے منہ سے نکلتے تھے۔ تاکہ یہ بھی جہنم کی اسی گہرائی میں پہنچیں جس میں وہ پہنچے تھے اور جب قلب صاف ہوتا ہے اللہ کے نام سے روشن ہوتا ہے تو نیک کام کی خواہش کرتا ہے، اسی لئے اللہ کریم نے قرآن کریم میں جگہ جگہ اسم ذات کے ذکر کا حکم دیا ہے عبادات کے ساتھ جہاد کے ساتھ تمام اُمور کے ساتھ ذکرِ کثیر کا حکم دیا ہے اور ذکرِ کثیر صرف ذکرِ قلبی ہوتا ہے، انسانی وجود میں صرف ایک عضو ہے جو پیدا ہونے سے پہلے سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور موت تک مسلسل چلتا رہتا ہے، کبھی رُکتا نہیں ہے۔ اگر بندہ اپنی اس دھڑکن میں اللہ کے نام کو بھی سمو لے تو قلب جاری ہو جاتا ہے۔ سورۃ المزمل میں حضور کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ؕ (سورۃ المزمل) اپنے پروردگار کے اسم ذات کا ذکر کیجئے اتنا ذکر کیجئے کہ صرف ذکر رہ جائے اور باقی دنیا سے انقطاع ہو جائے باقی کچھ یاد نہ رہے کہ ماحول کیا ہے، زمین ہے یا آسمان ہے۔ اتنی کثرت سے، اتنی توجہ سے اور دل کی اتنی لگن سے یاد کریں تو اس آیت کریمہ میں بتایا کہ سب کا حاصل کیا ہے؟ اس سب کا حاصل تقویٰ ہے۔ اعمال کی اصلاح، اللہ کی ناراضگی کا خوف کہ میرا مالک کہیں مجھ سے روٹھ نہ جائے ایسا عمل نہ کروں۔ ایسا جملہ نہ کہوں، ایسا لالچ نہ کروں اور صرف وہ اس طرح کا عمل بھی نہ ہو یعنی اداکاری نہ ہو بلکہ اس میں خلوص ہو۔ خلوص دل سے عمل ہو، اللہ کی رضا کے لئے وہ عمل کیا جائے جتنے مراقبات اس میں کرائے جاتے ہیں ہر مراقبے کا ایک اثر ہوتا ہے کہ وہ قلب پر اس طرح کا اثر چھوڑے کہ وہ اثر اعمال میں سے ظاہر ہو، کردار سے، کاموں سے، گفتار سے ظاہر ہو، لین دین سے معاملات سے ظاہر ہو۔ ساری محنت کا حاصل خلوص دل کے ساتھ اتباع نبوی ﷺ کا حصول ہے۔ یہ کسی کو حضرت صاحب بنانے کے لئے یا کسی کو پیر صاحب بنانے کے لئے یا کسی کو بزرگ بنانے کے لئے اور دوسروں کو کمتر بنانے کے لئے نہیں بلکہ صرف عظمت الٰہی کو دل میں راسخ کرنے کے لئے ہے۔ اپنے کچھ نہ ہونے کا یقین، اپنی بے مائیگی کا یقین اور عظمت الٰہی کا یقین حاصل کرنے کے لئے سارا مجاہدہ کیا جاتا ہے اللہ کریم سب احباب کو نصیب کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی ملک افتخار احمد (منڈی بہاؤالدین) کے والد ماجد۔
سلسلہ کے ساتھی محمد رمضان (شاہ کوٹ / ننکانہ) وفات پا گئے۔
سلسلہ کے ساتھی محمد اشرف (شاہکوٹ / ننکانہ صاحب) کی والدہ ماجدہ۔
حاجی محمد قیوم (شاہ کوٹ / ننکانہ صاحب) وفات پا گئے۔
سلسلہ کے ساتھی محمد یوسف اور ان کے بیٹے ڈاکٹر منیر احمد (مانانوالہ / فیصل آباد) وفات پا گئے۔
صوبیدار محمد حسین راولپنڈی۔
عبدالطیف عباسی کی زوجہ محترمہ۔
ان سب کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کثرت اکل

سراج محمد

انبیاءؑ وصلحاء کے اقوال کی روشنی میں

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الطوسی نے اپنی زندگی کی آخری کتاب ''منہاج العابدین'' میں کثرت اکل (زیادہ کھانے) کے بارے میں دس آفتوں کا تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں۔

(1) پہلی آفت تو یہ ہے کہ زائد کھانے کی وجہ سے انسان کا قلب سخت ہوجاتا ہے اور قلب کا نور، روشنی ختم ہوجاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا تمیتو القلب بکثرۃ الطعام والشراب فان القلب لیموت کالزرع اذا کثر علیہ الماء'' کہ اپنے دل کو زیادہ کھانے اور پینے سے مردہ نہ کرو، اس لئے کہ قلب کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کھیتی، جب اس پر پانی کا غلبہ ہوجائے، سلف صالحین نے اس کی مثال اور تشبیہ اس طرح دی ہے کہ معدہ قلب کے نیچے اس ہانڈی کے جیسا ہے جو جوش مار رہی ہو اور بخارات قلب کی طرف جارہے ہوں تو زائد بخارات اس کو خراب اور اس میں زہر پیدا کریں گے۔

(2) دوسری آفت اور خرابی، زائد کھانے میں یہ ہے کہ وہ تمام اعضاء کو فتنہ میں مبتلا کردیتا ہے اور ان کو فضول اور زائد کاموں پر آمادہ کرتا ہے اس لئے کہ انسان جب سیر ہوجاتا ہے تو اس میں مستی آنا شروع ہوجاتی ہے اور اس کی آنکھیں امور حرام میں سے فضول اشیاء کی طرف دیکھنے کی خواہش کرتی ہیں اور کان اس کے سننے کی طرف متوجہ ہونے لگتے ہیں اور زبان بولنے اور شرمگاہ خواہش کرنے اور قدم اس کی طرف چلنے کی تمنا کرتے ہیں اور اگر انسان بھوکا ہوگا تو تمام اعضاء ساکن اور تھکے ماندے ہوں گے نہ کسی چیز کی خواہش کریں گے اور نہ اس کی طرف چلیں گے۔ حضرت ابوجعفرؒ سے منقول ہے کہ ''پیٹ ایسا عضو ہے کہ اگر یہ بھوکا رہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں اور اگر یہ سیر ہو تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں''۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان کے اقوال و افعال سب اس کے کھانے اور پینے کے تابع ہیں، اگر پیٹ میں حرام داخل کرے گا تو حرام ہی نکلے گا اور اگر فضول اور لغو اشیاء داخل ہوں گی تو ان ہی کا خروج ہوگا، گویا کہ کھانا، اقوال اور افعال کے لئے بمنزلہ بیج کے ہے۔

(3) تیسری آفت وہ یہ ہے کہ زائد کھانا فہم اور سمجھ کو ختم کردیتا ہے اور سلامہ درانی نے سچ اور بجا فرمایا ہے کہ جب تو دنیا اور آخرت کی حاجتوں اور ضرورتوں میں سے کسی کو پورا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو پورا کرنے تک مت کھا اس لئے کہ کھانے سے عقل میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے اور ظاہری چیز ہے جو آزمانا چاہے گا اسے معلوم ہوجائے گا۔

(4) چوتھی آفت اور خرابی یہ ہے کہ زائد کھانے سے عبادت کم ہوتی ہے، اس لئے کہ انسان جس وقت زائد کھائے گا تو اس کا بدن بھاری، آنکھوں میں خمار اور اس کے تمام اعضاء ڈھیلے ہوجائیں گے، اس وقت اس سے سوائے سونے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا، اگر وہ

سعی کرے تب بھی۔ عقلاء نے کہا ہے کہ جب تو زیادہ کھانے والا ہے تو اپنے آپ کو بیکار بنا لے۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ ایک روز ان کے سامنے شیطان اصلی حالت میں ظاہر ہوا، اس کے پاس کچھ کھونٹیاں تھیں۔ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیزیں ہیں؟ شیطان نے کہا کہ یہ شہوات اور خواہشات ہیں جن سے میں انسانوں کا شکار کرتا ہوں انہوں نے کہا کہ میرے متعلق بھی اس میں کوئی چیز ہے؟ شیطان نے کہا نہیں مگر یہ کہ ایک شب آپ کو شکم سیری حاصل تھی تو ہم نے آپ کو نماز سے تھکا دیا تھا، حضرت یحییٰ نے فرمایا: یقینی طور پر آج کے بعد میں سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے کہا کہ یقیناً آج کے بعد میں کسی کو نصیحت نہیں کروں گا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ ان حضرات کی حالت ہے جنہوں نے زندگی بھر میں ایک شب سیر ہو کر کھانا کھایا تو اس شخص کی کیا حالت ہونی چاہیے جو اپنی زندگی میں ایک رات بھی بھوکا نہ رہا ہو اور اس کے بعد عبادت کرنا چاہیے؟

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "عبادت ایسا پیشہ ہے جس کا دکان خلوت اور آلات بھوکا رہنا ہے"۔

(5) پانچویں آفت اور خرابی یہ ہے کہ زائد کھانے سے عبادت کی حلاوت اور شیرینی ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جس وقت سے میں اسلام لایا، کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تاکہ اپنے پروردگار کی عبادت کی حلاوت محسوس کر لوں اور ایسے ہی جب سے اسلام قبول کیا، اپنے پروردگار کی ملاقات کے شوق سے سیر ہو کر پانی نہیں پیا۔

یہ اہل مکاشفہ حضرات کی صفات اور خوبیاں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی اہل مکاشفہ میں سے تھے اسی چیز کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان سے اشارہ فرمایا ہے "**مافضلکم ابوبکر بفضل صوم وصلاۃ وانما ھوشئی وقرفی نفسه**" کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تم میں صرف زائد روزے اور نماز کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں بلکہ وہ اور ہی چیز ہے جو کہ ان کے نفس میں راسخ ہو گئی ہے اور علامہ درانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عبادت کی زائد شرینی اور حلاوت مجھے اس وقت محسوس ہوتی ہے جب میرا پیٹ میری پیٹھ کے ساتھ مل جائے۔

(6) کثرت اکل میں چھٹی آفت اور خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے حرام اور مشتبہ امور میں مبتلا ہو جانے کا خدشہ ہے، اس لئے کہ حلال میں بقدر کفاف ہی میسر ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**ان الحلال لایاتیك الاقوتاً والحرام یاتیك جزافاً جزافاً**"۔ حلال سے تو تجھے بقدر کفاف ہی حاصل ہو گا اور حرام تو بے شمار بغیر اندازہ کے آتا ہے۔

(7) ساتویں آفت زیادہ کھانے میں یہ ہے کہ قلب کا اولاً اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہونا، ثانیاً اس کی تیاری کرنا اور پھر اس کو کھانا اور اس کے بعد اس سے فراغت اور چھٹکارہ پانا اور اس کے لئے صحیح و سالم رہنا، بایں طور پر کہ اس کی وجہ سے بدن میں کوئی آفت ظاہر ہو۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**اصل کل داء البردۃ اصل کل دواء الازمته**" ہر بیماری کی بنیاد بدہضمی اور ہر دوا کی جڑ بھوک اور پرہیز ہے"۔

مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے۔ "اے انسانو! مجھے بیت الخلاء بار بار جانے کی نوبت پیش آتی ہے حتیٰ کہ مجھے زائد کھانے کی وجہ سے اپنے پروردگار سے شرم محسوس ہونے لگی۔ کاش! کہ اللہ تعالیٰ میرے رزق کو ایک گٹھلی میں ہی مقرر فرما دے کہ میں اسی کو چوستا رہوں یہاں تک کہ انتقال کر جاؤں پھر ان چیزوں میں دنیا کی رغبت، انسانوں کی طمع اور باعتبار کثرت اکل

اوقات کا ضائع کرنا بھی شامل ہے۔

(8) آٹھویں آفت اور خرابی کثرت اکل کے بارے میں کچھ اس طرح سے ہے کہ اس کی وجہ سے آخرت میں پریشانیوں کا لاحق ہو جانا اور موت کے وقت سختیوں اور مصیبتوں کا پیش آنا چنانچہ منقول ہے کہ موت کے وقت سکرات کی شدت اور سختی دنیا کی لذتوں کے اعتبار سے ہے، جس نے دنیا میں جتنی لذت حاصل کی، موت کے وقت اسی کے اعتبار سے سکرات کی شدت ہوگی۔

(9) نویں آفت اور خرابی، آخرت میں ثواب کا کم ہو جانا اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے "اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا و استمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون" تم لذت کی چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے" سو آج تمھیں لذت کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔ دنیا کو جب نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا گیا کہ تمہاری آخرت میں سے کسی چیز کی کمی نہ کی جائے گی اس خصوصیت کے ساتھ صرف آپ کی ذات کو خاص کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کے ساتھ ضرور کمی کی جائے گی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔

منقول ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے عمر فاروقؓ کی دعوت کی اور ان کے لئے کھانا تیار کیا تو عمر فاروقؓ نے دیکھ کر فرمایا "یہ چیزیں ہمارے لئے ہیں تو فقراء اور مہاجرین جو انتقال فرما گئے ان کے لئے کیا تھا؟ ان حضرات کو تو جو کی روٹی بھی میسر نہ تھی"۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! ان حضرات کے لئے تو جنت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو ان حضرات نے جنت کے ساتھ کامیابی حاصل کر لی اور ہم کو دنیا میں یہ حصہ مل گیا سو وہ تو ہم سے بہت سبقت لے گئے۔

(10) دسویں اور آخری آفت کثرت اکل کی یہ ہے کہ حلال کے فضول ارتکاب میں قید حساب اور ملامت ہے اور ادب کے چھوڑنے اور شہوات کو طلب کرنے پر ننگ اور عار دلانا ہے اس لئے کہ دنیا کی حلال چیزیں حساب کے قابل اور حرام اشیاء عتاب اور عذاب کا باعث ہیں اور ایسے ہی اس کی زینتیں ہلاکت اور بربادی کا سامان ہیں۔

الغرض یہ دس قسم کی آفتیں ہیں۔ بصیرت اور فہم و سمجھ رکھنے والے کے لئے ایک ہی پر اکتفا کافی ہے لہٰذا کوشش کرنے والے کے لئے معاش اور روزی میں کامل طور پر احتیاط کی حاجت اور ضرورت ہے تاکہ حرام اور مشتبہ امور میں مبتلا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہو جائے اور اس کے بعد حلال پر بھی اتنا ہی اکتفا کرنا چاہئے کہ جس کے ساتھ عبادت الٰہی پر بھی قوت باقی رہے اور وہ حلال انسان کے لئے فتنے کا باعث نہ بن جائے اور جس کی بناء پر پریشانی میں گرفتار نہ ہو۔

بشکریہ: ندا الخیر، کراچی

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ

سیلاب زدگان کی امداد کیلئے

حضرت شیخ المکرمؒ مدظلہ العالی کا فرمان

حضرت شیخ المکرمؒ امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے فرمایا ہے کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے نقد اور اشیاء کی صورت میں عطیات جمع کئے جائیں۔ لہٰذا ساتھیوں سے گزارش ہے کہ نقد اور اشیاء کی صورت میں عطیات براہِ راست یا اپنے ضلعی امراء، ڈویژنل امراء اور صاحبانِ مجاز کے توسط سے دارالعرفان منارہ ضلع چکوال بھجوائیں۔

چراغِ مصطفوی

حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان احد کم مراۃ اخیہ (ترمذی)

حسن اخلاق، انسانیت کا شرف اور انسان کے کمال کی دلیل ہے۔ جہاں مختلف طبائع اور مختلف مزاج کے لوگ مل جل کر رہتے ہوں اس معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہوئے انسان کا حسن اخلاق کی معراج تک پہنچنا بڑے مجاہدے کا کام ہے۔ اور اس کے بغیر کسی معاشرے میں پرامن اور پرسکون زندگی کی برکات کا حصول ممکن بھی نہیں۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ایسی جامع اور قیمتی ہدایات دی ہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور جگہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

حسن اخلاق کا وصف اپنے اندر پیدا کرنے میں ایک دقت یہ پیش آتی ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں اور اپنے عیوب سے واقف نہیں ہوتا جب تک اسے خود اس کی فکر نہ ہو۔ پھر دنیا میں کوئی ایسا انسان مشکل ہی سے ملے گا جس کی سیرت میں کسی قسم کی کوئی خامی یا نقص نہ ہو صرف انبیائے کرام کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔ اور ایسا انسان بھی یقیناً نہیں ملے گا جس میں سرے سے کوئی خوبی نہ ہو۔ کسی کا قول ہے۔

من ذا الذی ماساء قط ومن لہ الحسنیٰ فقط

جب انسان اپنے عیوب سے کماحقہٗ واقف نہیں ہو سکتا تو اس کی اصلاح کے لئے اس کا کوئی ہمدرد اور مشفق مشیر لازماً چاہیے۔ جو نہایت دیانت داری سے خیر خواہی کے جذبے سے اس کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا رہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں ایک جملے میں حضور اکرم ﷺ نے اس ضرورت کے پورا کرنے کی تدبیر ارشاد فرمائی ہے۔ اسے محض ایک تشبیہ ہی نہ سمجھا جائے بلکہ چند الفاظ میں حضور اکرم ﷺ نے حقائق کے سمندر سمو دیئے ہیں۔

اب ذرا انسان اور آئینے کے باہمی تعلق کا تجزیہ کیجئے۔

۱۔ انسان میں یہ احساس موجود ہوتا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے مجھے ایسی مشیر کی ضرورت ہے جو مجھے اپنے چہرے کے حسن و قبح کے متعلق صحیح صحیح بلا لحاظ نشاندہی کرے۔ اس غرض سے انسان کی نگہ انتخاب آئینہ پر پڑتی ہے۔

۲۔ انسان کو آئینے کی رائے پر کامل اعتماد ہوتا ہے اس لئے اس کی رائے سے کبھی اختلاف نہیں کرتا۔

۳۔ آئینہ مشورہ دینے میں نہایت دیانت داری سے کام لیتا ہے نہ کوئی عیب چھپاتا ہے نہ کسی عیب کے بتانے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے۔

۴۔ آئینہ ایسا مخلص مشیر ہے کہ چپکے سے عیب بتا دیتا ہے نہ شور مچاتا ہے نہ اس کی تشہیر کرتا ہے۔

۵۔ آئینہ اپنی رائے صرف اسی کو دیتا ہے جو اس سے مشورہ طلب کرے۔ کوئی شخص خواہ کیسا ہی بدشکل ہو اور ایک نہیں ہزاروں ہوں جب تک اس سے پوچھا نہ جائے عیب چینی کا مشغلہ اختیار نہیں کرتا۔

۶۔ آئینہ کی رائے معلوم کر کے انسان کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ اپنی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتا ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ انسان آئینہ

کو کوسنے لگے اور اسے اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دے۔

۷۔ خلوص اور دیانت داری کے ساتھ عیب بتانے کی خصوصیت چونکہ صرف آئینے میں پائی جاتی ہے صرف اسی جنس سے مشیر کا کام لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا سینہ صاف ہوتا ہے۔

ان حقائق کو صحیح اسلامی معاشرے میں افراد کے باہمی تعلقات کے سلسلے میں کیونکہ منطبق کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ایک مسلمان کو اس کی کمزوریاں اور نقائص، دیانتداری اور خلوص سے صرف ایک مسلمان ہی بتا سکتا ہے۔ کیونکہ بنیادی عقائد دونوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ کسی تعصب اور جانبداری کا احتمال نہیں ہوتا۔

۲۔ مسلمان میں یہ احساس موجود ہونا چاہیے کہ میں نہ تو نقائص سے پاک ہوں نہ اپنے عیوب سے کماحقہٗ واقف ہوں اس لئے مجھے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ یہ احساس ایسی دولت ہے کہ انسان اس عظمت کو پالیتا ہے جس کی بشارت لسانِ نبوت سے یوں دی گئی ہے۔

طوبیٰ لمن شغلہ علیہ عن عیوب الناس او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ خوش قسمت ہے وہ انسان جو اپنے عیوب کی تلاش میں اتنا مصروف ہو کہ اسے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی فرصت ہی نہ ملے۔

۳۔ بات احساس تک ہی محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ عملی اقدام کی ہمت کرنی چاہیے وہ یوں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے اپنی اصطلاح کی خاطر مشورہ لینا چاہیے۔

۴۔ اگر وہ مشیر پورے خلوص اور دیانتداری سے مشورہ دے تو اس کا مشورہ قبول کر کے اپنی اصلاح کی عملی تدبیر کرنی چاہیے یہ نہیں کہ الٹا اس سے الجھنا شروع کر دے۔

۵۔ مشورہ دینے والے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح مشورے دے۔ پورے خلوص اور دلسوزی سے اسے کمزوریوں سے آگاہ کرے۔ مبالغہ اور جانبداری سے بچے۔

۶۔ مشیر کا دوسرا فرض یہ ہے کہ تنہائی میں چپکے سے پوچھنے والے کی کمزوریوں کی نشاندہی کرے اسے بدنام کرنے یا رسوا کرنے کے لئے اس کی تشہیر کرنے کا شغل اختیار نہ کرے۔

۷۔ مشیر کا تیسرا فرض یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ پڑ جائے اور اگر پوچھنے والا اپنی اصلاح میں غفلت کرتا ہے تو مشیر یہ نہ سمجھے کہ میری توہین ہوگئی۔ میری رائے کو در خور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔

۸۔ انسانی زندگی میں ایسے مواقع بھی آجاتے ہیں کہ پوچھنے والا پوچھنے کی ضرورت سے بھی بے خبر ہوتا ہے مگر چونکہ مسلمان بھائی اسکا خیر خواہ ہے اس لئے پوچھے بغیر بھی بتا دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی بلکہ بتانا ضروری ہوتا ہے مثلاً کسی آدمی کے کپڑوں میں بچھو گھس گیا اسے اس کی خبر نہیں دوسرا بھائی اسے دیکھ رہا ہے تو کیا یہ درست ہوگا کہ اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ پوچھے گا تو بتا دوں گا یا اس کا فرض یہ ہے کہ فوراً اسے مطلع کرے کہ تمہارے لباس میں بچھو گھس گیا ہے پھر اس اطلاع کے بعد کیا اس شخص کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ بتانے والے کے گلے پڑ جائے یا یہ ضروری ہوگا کہ بچھو کو اپنے لباس سے دور کرنے میں جلدی کرے اور بتانے والے کا شکر گزار ہو۔

رذائل یا اخلاقی بیماریاں مثلاً تکبر، ریا، حسد اور غیبت وغیرہ تو بچھو سے بھی زیادہ خطرناک، بچھو کے ڈنگ مارنے سے جو تکلیف یا درد ہوگا وہ تو ایک دو دن کے بعد ذہن سے بھی محو ہو جاتا ہے مگر اخلاقی بیماریاں تو قبر میں بھی آرام نہیں لینے دیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر سے جملے میں اپنی اصلاح اور معاشرے میں باہمی اخوت اتحاد اور اتفاق کا وہ سبق دیا ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کا وہ نقشہ بنتا ہے کہ اس کا تصور ہی بڑا پر کیف اور پر کشش معلوم ہوتا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 33 پر

there are no do's and donts' with the noble birth.

A believer must thank Allah for His favour. Anything told by a Quranic Injunction became obligatory. "Salah" is obligatory and the manner taught by the Holy Prophet S.A.W is also obligatory. Qiyamقیام, Rukuرکوع, Sajdaسجدہ and sitting for Athayyat (التحیات) is also obligatory; and there is another obligatory act within this (Athayyatصلوعلیہ وسلمو تسلیما). They tell us not to say Ya Rasool Allah; I say you can say it but don't make noise and be disrespectful. Don't scream it on the streets. Follow the ettiquettes first offer two rakat and then sit and say Athayaat (التحیات) and then say (السلام علیک ایھا النبی). Read darood sharif all the time but try to keep your hearts present before Allah. Try to be in ablution and wear clean clothes. Try to sit in noble company and gatherings. In the clattery celebrations nobody recites the darood Allah doesn't allow them to recite.

It is a great divine favour that Allah has raised His Prophet (S.A.W) for us, the believers. It is our effort to remind the believers of this blessing. It is not that we wish to promote our opinion or compete with anyone. We only wish to promote Allah and HIS Prophet's word, so that people may benefit and be blessed with the love of the Prophet (S.A.W); and obedience to the Prophet (S.A.W). Try to save people from rituals and instill in them a consciousness. It does not befit any believer to follow the rituals of infidels.

One more thing Quran mentions the noble name of the Prophet (S.A.W) for instance in surah Al-e-Imran. It is said (وما محمد الا رسول) his noble name is accompanied by the attribute of messengership. Again it is mentioned in surah Ahzaabاحزاب (Ayat 40) and is accompanied by messengership and him being the last Prophet. There is no mention of noble birth. Again it is mentioned in surah Fatahفتح (Ayat 29), it says Muhammad is Allah's Messenger. Fourthly it is mentioned in surah "Muhammad" that the righteous believers believe in what has been revealed unto Muhammad.

On all four occasions the Quran mentions his messengership, revelation of Quran and Injunctions. In other words annunciation is a mention of ProphetHood and messengership; of excellence of messengership and Prophethood. It is not a mention of noble birth. So when Allah mentions these excellences with his (S.A.W) noble name then why do we go after rituals? How important is the fact that Muhammad (S.A.W) is Allah's messenger, this is where the clash begins otherwise the infidels too call him "Sadiq"صادق and "Ameen"امین.

Allah says "O' my beloved do not feel bad they are not calling you a liar, they knowingly that it is truth deny my ayaat"

So it is something to be done than said "May Allah acquaint us with the exaltation of the Holy Prophet (S.A.W) and grant us a firm belief in it, and blessings in both the worlds. AMEEN"

all people hope to be rewarded for it. A mufti was saying on television that times have changed since the Prophet (S.A.W) time. We don't wear the dress which was in his time; we don't eat what was eaten then. Times have changed there were no processions in the Prophet's time but now there is no harm in having them. In my opinion, dress is a routine affair but if someone can copy the Prophet (S.A.W) it is certainly meritorious but if he can't there is no harm. For a dress to be according to shariah, it should cover the private parts.

The sad part is that these people who celebrate Meelad call those who do not as Kafir. They believe that such celebration will take them to "jannah" heaven and they think it is a substitute for the salah prayer of one year. This is so wrong. Yes if someone is bent upon selling the magnificence of the Prophet (S.AW), he can collect a lot of funds in his name. But beware tomorrow He who has forbidden to speak loudly in his presence will take an account. This is the reason we never see any improvement in people because of Meelad and prceessions. Today we are talking about annunciation at least for some time we have his (S.A.W) exaltation in our hearts. Processions do not generate any such feeling.

This is a deception of disbelief; they give funds to people to promote such culture, to take the muslims away from reality and to make them engage in rituals and clattery. And see how far they have taken you. The policemen who lay martyr in Lahore people were lighting candles in their memory. Do muslims remember martyr like this or do they recite the Quran? If a nonbeliever dies they light up candles or they celebrate a death anniversary with candles and flowers. In your country Pakistan too candles are being lit, flowers laid and two minutes of silence observed just like the nonbelievers. What are you doing? Where are you going? Is there anyone who could check this? Has Islam become so helpless? I read a "Hadith" in which the Prophet (S.A.W) has said that if you put your hand on the head of an orphan out of affection then as much as his hair under your hand you get good deeds.

One more thing orphans are minor children. A mature person is not an orphan; a minor is as he needs the parents to look after him.

I don't have the courage to say this but my heart feels that Islam is like an orphan. A person who has otherwise no standing too violates Islam openly. Nobody is there to stop him. The weakest is "deen" there is nobody to feel its' pain, nobody to patronize it. Then how do you hope for an intercession? We are the fortunate ones upon whom Allah has done HIS favour by sending HIS Prophet (S.A.W). When we talk of annunciation, the entire code of shariah is to be considered. We have to see what it says where it stops us from certain things, what it allows us. This is why people avoid talking about annunciation and only talk about the noble birth since

ANNUNCIATION AND THE ETTIQUTTES OF MESSENGERSHIP

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan
Monthly Ijtimah-
07-March-2010- Remaining from August

There was a man Akhnas Bin Sharif in Makkah who was a close friend of Abu Jahal. He was sitting with Abu Jahal. He asked him that eight to ten years is a long time in which they have tried their best to deter people from embracing Islam. But no matter what they did it has been spreading, so he asked Abu Jahal what he thought in his heart about the Holy Prophet (S.A.W); did he think he was really a Prophet or had merely made a claim? Abu Jahal said"he is Allah's Prophet; we have tried our best to stop him. The truth is that he is Allah's Prophet (S.A.W) otherwise we would have killed him by now". Akhnas said that if he knew that he was a Prophet why did'nt he accept that. Abu Jahal said that if they accepted him as Allah's Prophet then they will have to obey him too. they will have to surrender their leadership, who will listen to them. They will not accept him. So even Abu Jahal knew the Holy Prophet (S.A.W) was Allah's Messenger but mere knowing is of no avail one has to accept it. If we also know and don't accept what is the benefit?

It is my wish that may Allah grant everyone the understanding of the exaltation of this noble court.

Darood(درود) means something that goes on continuously; a spring which keeps on flowing. So read it round the clock if your heart, tongue and dress are clean. A noble companion had once asked the Holy Prophet (S.A.W) that he had dedicated sometime for recitations of which one fourth was dedicated to darood. The Holy Prophet (S.A.W) told him to increase the time of darood(درود). He said he would now dedicate three quarter time to darood, the Prophet (S.A.W) said to increase it. The companion said that he would read darood(درود) only. The Prophet said if you could do that it would suffice you for all expeditions of this world and the Akhirah. This court is so exalted that the etiquettes observed here are more than even observed for the Arsh (عرش)and people like Hadhrat Abu Bakr (RA) and Hadhrat Omer (RA) speak in whispers. Unfortunately the media is also sponsoring the celebrations of Mælad"birthday" and then above

Whenever Hadhrat Ji-rua mentioned Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua time arrival in the subcontinent, he stated that it was at the beginning of the 10th century Hijri, but when he estimated the time he would mention it as 400 years ago and placed it historically in the period of Makhdoom Abdul Ghani-rua's. Here a question arises that the beginning of the 10th century Hijri was not the period of Makhdoom Abdul Ghani-rua and neither can it be accorded a distance of 400 years because 901 Hijri is counted as the first year of the 10th century Hijri, which makes it 500 years apart from Hadhrat Ji-rua's time. Hadhrat Ji-rua always stated that Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua came to the subcontinent at the time of Makhdoom Abdul Ghani-rua; his period can be placed in the beginning of the 11th century Hijri but not in the beginning of the 10th century Hijri which was the period of his father Hafiz Abdul Kareem-rua or even a little earlier. This condition often occurs when while conversing, one mentions the 10th century thinking it to be the years immediately following1000 H. If according to this assessment Hadhrat Ji-rua's words, "Beginning of the 10th century Hijri" are taken to refer to the years between 1000 to 1025, then this is in fact the time of Makhdoom Abdul Ghani-rua and correctly fits Hadhrat Ji-rua's statement that his times were 400 years apart from his Shaikh.

Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua was an inhabitant of Madinah Munawwarah. After receiving spiritual training from his Shaikh, Hadhrat Abu Ayub Muhammad Salih-rua, he set out on his travels and after passing through various cities, eventually arrived in India. He went as far as Delhi and turned back. On reaching Langar Makhdoom he remained here for the rest of his life. The reason for coming here was not known even to him. For many centuries this treasure of grace and blessings remained hidden until Hadhrat Maulana Abdur Raheem-rua was granted the honour of identifying it, and then by spiritually training Hadhrat Ji-rua, the real reason of Hadhrat Sultan ul Arifeen's arrival at Langar Makhdoom became apparent and fulfilled.

The Makhdoom Family

Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua's host Mian Abdul Ghani-rua belonged to the Makhdoom family. The fore father of this family, Makhdoom Burhan ud Deen-rua (1245 AD) was the son-in-law and Khalifah (Successor) of Hadhrat Ghauth Baha ud Deen Zakariyah-rua of Multan. In the Salasil of Tasawwuf he is connected to the Silsilah Suharwardiah. Hadhrat Gauth Baha ul Haq-rua sent him from Multan to this area to preach Islam at the time of Sultan Altamash. He was accompanied by his close friend Hadhrat Shahabal Shah-rua who remained with him forever. Today the graves of the two friends, beside each other, in the graveyard of Changaranwala near Langar Makhdoom are testimony of their close friendship. According to the tradition of the Makhdoom family, at their departure Hadhrat Gauth Baha ul Haq-rua prayed that Makhdoom Burhan ud Deen-rua may be blessed with numerous children. This historic graveyard is therefore full of the family members of Makhdoom Burhan ud Deen-rua; each succeeding generation produced Allah's Aulia (pl of Wali), and every grave displays its own diverse luminosity and blessings, the graveyard representing a bouquet made up of flowers of various colours and fragrances.

(To be Continued.....)

stones and every stone that was picked up turned out to be a diamond.

Thereafter there was no further need for introductions. Wali recognized Wali. The guest was a Wali Allah in both his outward and inward aspects, and the host, though outwardly dressed like an ordinary landlord but in his internal aspect was a Wali of Allah[swt]. The guest was Hadhrat Sultan ul Arifeen Khawajah Allah Din Madni-rua, and the host landlord Makhdoom Mian Abdul Ghani[rua].

Despite the passage of centuries, to this day, the Mazaar of Hadhrat Sultan al Arifeen continues to be known as the 'Heeroon wala Darbaar", (The Court of Diamonds). This name is a testimonial to the event that became the means of introduction between Hadhrat Sultan al Arifeen-[rua] and Mian Abdul Ghani-[rua]. The people of this area know of the Mazaar by this name and express ignorance if asked for it by any other name.

About the resident of the Mazaar, they only know that that he was a Wali Allah who came here in ancient times, and that his coming here brought blessings to their area. Before his arrival, their cattle would die in large numbers due to some disease spread after the annual floods but Allah[swt] protected them through the blessings of His Wali. The Saint was sent as a gift to this area by Allah[swt], so he became known as "Allah Diya" (Sent by Allah), which later got changed to 'Allah Din" In the environs of Langar Makhdoom his Mazaar is also known as "Darbaar Heeroon Wali Sarkaar' and "Darbaar Allah Diya". The inhabitants of the area to this day profit from the blessings that descend on 'Heeroon Wali Sarkar' or 'Allah Diya'. Prayers offered here to Allah-[swt] are said to find acceptance, and even now after the floods cattle are brought under the trees next to the Mazaar in the hope that Allah[swt] will bestow on them His protection against disease. More than this the local people do not know much about the resident of the Mazaar. They feel no further need to inquire as to who he was, what brought him here and why people not belonging to this area visit the Mazaar in large numbers.

Makhdoom Abdul Ghani-[rua] was destined to play host to his eminent guest to the end of his life and when Hadhrat Sultan ul Arifeen-[rua] died aged 63 he expressed the wish to be buried here rather than in a graveyard. Therefore he was buried in the small hut next to the Persian wheel, where he had spent his life and which was destined to be his eternal and blessed resting place. Even today broken pieces of terracotta from the Persian wheel can be found in abundance if the ground is dug up.

Mian Abdul Kareem-[rua] was the father of Makhdoom Abdul Ghani[rua]. He was also a renowned Alim and his Daras (lessons) were attended by seekers of knowledge of the entire subcontinent, who after years of study would return to their own areas and become the means of spreading their learning. According to Hadhrat Ji-[rua's] recorded statements the Jinns were also included among these students.

The famous saint of Lahore Khawajah Mohammad Ismail Suharwardi[rua], also known as "Wadda Mian", was also a student of Makhdoom Abdul Kareem-[rua], who later set up a Daras center in the area of Mughalpura in Lahore which is famously known as "Daras Wadday Mian". In this respect Makhdoom Abdul Ghani-[rua] and Hadhrat Wadda Mia-[rua] were contemporaries. According to the history of Tasawwuf, Hadhrat Wadda Mian-[rua] was born in 995 Hijri (1587AD) and died in 1058 Hijri (1648). We can deduce from this that, Makhdoom Abdul Ghani-[rua] and Hadhrat Sultan ul Arifeen-[rua] were near contemporaries.

HAYAT-E TAYYEBAH

Hadhrat Sultan ul Arifeen Khawajah Allah Deen Madni-rau

Chapter 6

A passenger boat slicing through the choppy waves of the River Chenab, came to land on its western bank at Talib Wala Pattan. One by one the passengers disembarked. Some, who did not have far to travel, set out on foot, whereas others with destinations further afield, went looking for horses and mules to rent and haggle over fares with their owners. Aloof from this entire rabble, a Dervish disembarked and stood on the riverbank. He seemed uncertain about his destination and awaited some Divine indication for his next direction. Looking at him one could discern that he was not from these parts; he had a wheatish complexion, handsome and lustrous face, long beard, prominent cheeks, eyes shining with grandeur and had a demeanour of indifference to his surroundings.

Running along the river bank towards the south of Pattan, was a continuous tree plantation which exuded a sense of peace and calmness. Until a few years ago this plantation was still intact but now most of this area has come under cultivation. The Dervish liked what he saw, and automatically started to head towards the south. In spite of hunger, thirst and fatigue from his journey, he kept walking along-side the flow of the river towards the plantation. He stopped at a small mound or hill. This was his destination; and to reach it he had travelled thousands of miles, and this mound was also destined to be his final and eternal resting place.

On the mound there was a wooden Rahat (Persian wheel) with terracotta or earthen pots; strung together like beads on a necklace, which would emerge one by one, empty their contents into a large wooden 'tub', and then slowly make their way back into the well. Driving the Persian wheel was a pair of leisurely walking oxen, while nearby, sitting under the shade of the trees and keeping a watch over the proceedings were the owners of this land. These people were no ordinary farmers but were the grandsons of Hadhrat Gauth Baha ul Haq-rau and also his spiritual heirs.

The newly arrived Dervish presented them his salutations. The landlords had been observing the Dervish with keen interest as he had made his way towards them. With great affection they invited their guest to sit on the 'charpoy' (bed) with them and showered him with the usual hospitality that Punjab is well known for. In response to this kindness the Dervish delved into his pocket, took out a small stone and presented it to his host. The host took the stone and after looking at it intently tossed it into the well.

'What have you done?' interjected the alarmed guest, "That was no ordinary stone! That was a 'Paras' (the philosopher's stone); a stone that converts anything it touches into gold.'

It was obvious that the distinguished guest was a man of great spiritual eminence. However now it became necessary for the hosts to reveal themselves as well.

'If that is so then please recognize your stone and take it back'.

As soon as this was said, the terracotta vessels bringing up water from the well started emptying out small